يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجت

احب الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقني صلاحا

الحمد للہ علی احسانہ کہ

سوانح حیات

جس میں قدوۃ العلماء زبدۃ العارفین خزینۂ علم وعمل مجسمۂ زہد وتقویٰ
عالم ربانی حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب المعروف
بحضرت میاں صاحب محدث دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ
کی زاہدانہ زندگی اور دینی خدمات کے حالات وواقعات
اختصار اور سادگی کے ساتھ اصلی صورت میں ظاہر کئے گئے ہیں

بتالیف

جناب مولانا اختر حسین صاحب مدظلہ مدرس دار العلوم دیوبند خلف اکبر حضرت میاں صاحب

حسب فرمائش حاجی سید محمد بلال صاحب خلف اصغر

بانتظام
جناب شیخ محمد صدیق صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی طبع ہو کر
دار الکتب اصغریہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوئی

(علمی پریس دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر سوانح عمری رأس الاتقیا عالم ربّانی حضرت مولانا الحاج سیّد اصغر حسین صاحب المعروف بحضرت میاں صاحب محدّث دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیاً۔ بندہ احقر ابن الاصغر عرض پرداز ہے کہ ہر ایک سوانح لکھنے کے لئے ابتدائی حالات وواقعات کے اعتبار سے لکھنے والے کا کم از کم ہم عصر ہونا ضروری ہے۔ اور مہارتِ علوم اور فہم کامل کے ساتھ ساتھ قادر علی الکلام ہونا بھی ضروری ہے تاکہ حالات وواقعات میں سے قابلِ ذکر کو بیان کرے اور قابلِ حذف کو چھوڑ دے۔ اور قابلِ بیان واقعات وحالات کو ایسے بسط وتفصیل اور دلچسپ طرز وانداز میں بیان کرے کہ جس سے ناظرین وسامعین کا اشتیاق ورغبت بڑھے اور صاحب سوانح کی تقلید واقتدا کا شوق پیدا ہو۔ اگرچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً ہی بعد سے مخلصین معتقدین اور متوسلین ومریدین کی خواہش اور اصرار تھا کہ آپ کے مبارک زندگی کے احوال کو قلم بند کیا جائے۔ چونکہ احقر تو کسی اعتبار سے بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھنے کی اہلیت نہ رکھتا تھا

اسلئے اپنی جانب تو اِس کا وہم وگمان بھی نہ ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں بعض محبّین ومخلصین فضلاء اور ماہرین کی طرف نظر دوڑتی تھی۔ بالخصوص حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کیطرف زیادہ چشم توقع کی جاتی تھی کہ وہ حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر قلم اُٹھائیں تو ہر اعتبار سے حالات وواقعات کو بہترین طرز اور دلچسپ بیان اور سلیس وشگفتہ عبارت سے مزین فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب موصوف نے لکھنے کا وعدہ بھی فرما لیا تھا۔

اِسی اُمید میں کافی عرصہ گذر گیا۔ لیکن کثرتِ مشاغل اور ضعف کے سبب خلافِ اُمید موانع پیش آنے کے باعث اُن کو فرصت اور موقع ہی نہ ہوا۔ باوجود اِس یقین کے کہ حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ احوال وسوانح حیات کی تحریر کی نہ مجھ نااہل وناکارہ کو قابلیت وقدرت تھی اور نہ صلاحیت ولیاقت اور نہ ہی سلیقہ مضمون نویسی اور عبارت آرائی کا تھا لیکن اکثر متوسلین اور مخلصین کے بار بار تقاضے اور اصرار خاصکر برادر عزیز حاجی سیّد محمّد بلال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش نے مجبور ہی کر دیا کہ جیسا بھی ہو اصلی اور صحیح صحیح واقعات اور حالات کو اپنے بے ربط مضمون اور بے جوڑ الفاظ وعبارت میں ظاہر کر دوں۔ لہٰذا توکلاً علی اللہ بُرا بھلا جیسا بھی مجھ سے ہو سکا نہایت معتبر اور مستند واقعات وحالات کو مختصراً تحریر کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں اور معزز ناظرین وسامعین سے توقع رکھتا ہوں کہ میرے مضمون کی بے ربطی اور عبارتی غلطیوں اور دیگر خامیوں کو نظر انداز فرمائیں گے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کتبہٗ

سیّد اختر حسین عفا عنہ

دیوبند۔ یکم محرم الحرام ۱۳۶۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وطن اور خاندان اور والد بزرگوار کے

مختصر حالات

سہارنپور اور دہلی کے درمیان دہلی سے ننانوے ۹۹ میل اور سہارنپور سے بیس ۲۰ میل کے فاصلہ پر جنوب کی جانب میں ضلع سہارنپور کے متعلقات میں سے قصبہ **دیوبند** ایک نہایت قدیم بستی ہے۔ معتبر آدمیوں سے یہ منقول ہے کہ تمام ہندوستان کی طرح اس نواح میں بھی ہنود بُت پرست آباد تھے بُتوں اور دیبیوں کی کثرت سے "دیبی بن" مشہور ہوگیا اور تصرف متکلمین سے شروع شروع میں "دیبن" اور رفتہ رفتہ "دیوبند" ہوگیا۔ اور دارالعلوم کی وجہ سے بلاتخصیص تمام اطرافِ عالم میں مشہور و معروف ہوگیا۔

بغدادی الاصل سید غلام رسول صاحب بغداد سے بسبب گردشِ زمانہ کے ۱۲۰۵ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ دیوبند میں سکونت پذیر ہوکر اس قصبہ کے خاندانِ سادات میں عقد کیا جس سے آپ کے دو لڑکے سید غلام نبی صاحب اور سید غلام علی صاحب پیدا ہوئے۔ ہر دو پسران کا عقد نکاح عارف باللہ سید شاہ امیر اللہ صاحب رحؒ کی دختران نیک اختران سے کیا۔ سید غلام نبیؒ کے سلسلۂ نسب میں ایک مستقل خاندان نسلاً بعد نسل موجود ہے۔

سید غلام علی صاحبؒ کے تین لڑکی اور دو لڑکے تھے جنمیں سے پسر اکبر سیّد عالمؔ میر عرف علی میر صاحب رحمہ اللہ جد امجد حضرت میانصاحبؒ تھے۔

سیّد غلام علی صاحبؒ کی وفات ماہِ شوال ۱۲۵۸ھ میں ہوئی۔

سیّد عالمؔ میر عرف علی میر صاحب رحمہ اللہ کی شادی خاندانِ سادات میں مسماۃ عظیماً النساء دختر سید شاہ حفیظ اللہ صاحبؒ سے ہوئی جس کے بطن سے ایک دختر مسماۃ وجیہاً النساء اور ایک پسر حضرت شاہ سید محمد حسن صاحبؒ والد ماجد حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

سیّد عالمؔ میر عرف علی میر صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ۸ صفر ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۸۷۸ء میں ہوگیا۔

حضرت مولانا الحاج سید **اصغر حسین** میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ سید محمد حسن صاحب رحمہ اللہ ۱۵ شعبان ۱۲۵۳ ہجری مطابق یکم نومبر ۱۸۳۷ عیسوی یوم سہ شنبہ کو بعد نماز عشاء عالم ظہور میں آئے تاریخی نام مظہر حق تجویز ہوا۔ نہایت نیک سیرت نیک صورت، سادہ مزاج بزرگ تھے۔ شروع میں اپنے حقیقی ماموں سید محمد عبد اللہ شاہ صاحب عرف میانجی منا شاہ صاحب رحمہ اللہ (جو قصبہ دیوبند کے خاندانِ سادات اور بزرگانِ دیوبند میں سے ایک مشہور بزرگ فانی فی اللہ درویش کامل مسلّم و مقبول اکابر علماء و مستجاب الدعوات تھے) سے تعلیم حاصل کی۔ لیاقتِ خداداد سے ملکہ اور استعداد کافی حاصل کر لی بالخصوص فارسی کے نہایت قابل اور ماہرِ فن اُستاد مانے گئے۔

نیز ۲۵ سال عرصہ خانگی مکتب کی صورت میں مسلمان شرفائے دیوبند اور رؤسائے اہل ہنود و حکام شہر کے بچے بکثرت آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرتے رہے اور

خدمت معقول بجا لاتے رہتے۔

آپ نے رؤسائے شہر کے اصرار پر شہر میں اہلِ ہنود کے محلہ میں مہتر بجال سنگھ کے مکان پر اس خانگی مکتب کو بصورتِ مدرسہ تبدیل کر دیا۔ بوجہ شرافتِ نسبی و عُلوِّ خاندان اور بزرگی کے جملہ اہلِ شہر نہایت تعظیم و عزت کرتے تھے۔ اہلِ ہنود اور حکّامِ شہر آثارِ برکات کی وجہ سے بہت معتقد اور تعظیم زائد کا لحاظ رکھتے تھے۔ جملہ اہلِ شہر آپ کی تعلیم و تربیت اور فیضِ صحبت کے گرویدہ اور معتقد تھے اپنے اپنے بچّوں کو نہایت شوق اور کوشش سے آپ کے حلقۂ شاگردی میں داخل کرنے کو اپنے لئے فخر اور اپنے بچّوں کے لئے نیک فالی سمجھتے تھے۔

چنانچہ آج تک یہ اعتقاد باقی ہے کہ جس نے بھی آپ سے بسم اللہ کر لی کسی قسم کی عُسرت اور تنگی میں مبتلا نہیں رہا اور اُس کو ہر قسم کی فراخی اور فارغ البالی نصیب ہوئی۔ تاآخر عمر نہایت عزت اور احترام سے کارِ علمی انجام دیتے رہے اور معاش تمام عمر بفراغت و وسعت تمام گذاری۔

حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ سید محمد حسین صاحبؒ نے اپنی حیات میں دو شادیاں یکے بعد دیگرے کی۔ اوّل مسماۃ مریم النساء دختر سید منصب علی صاحب ساکن قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر سے۔ جسکے بطن سے آپ کے دو اولاد ہوئی۔ اوّل پسر سید خورشید حسن صاحب تھے جن کی ولادت ۱۵ صفر سنہ ۱۲۸۱ھ میں اور وفات سولہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۲ھ میں ہو گئی۔ دوم دختر مسماۃ معصوم النساء تھیں جن کی ولادت ۲۹ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۷ھ میں اور شادی سنہ ۱۳۰۳ھ میں ہوئی مگر بقضائے الٰہی ۹ سنہ ۱۳۰۳ھ میں وہ بیوہ ہو گئیں اور تاآخر عمر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ ہی کے پاس رہیں۔ میانصاحب موصوف بھی اُن کی بہت تعظیم و تکریم اور خدمت مثل والدہ کے فرمایا کرتے تھے اور اُن کے حکم کو

واجب التعمیل سمجھتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو ہماری والدہ ہیں۔ انہوں نے ہم کو پرورش کیا ہے۔ اور اُن کے ہر قسم کے راحت و آرام کا بہت زیادہ خیال فرماتے رہے اس زوجہ مریم النساء کے انتقال کے بعد اُس کی ہمشیرہ بیوہ مسماۃ نصیب النساء سے دوسری شادی کی جس کے بطن سے ۸ رشوال ۱۲۹۴ھ بروز سہ شنبہ بعد عشاء مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو حضرت مولانا سید **اصغر حسین میاں صاحب** رحمۃ اللہ علیہ عالم ظہور میں آئے۔ آپ کا تاریخی نام "مختار احمد" تجویز ہوا۔ اور والد ماجد کی زبان پر ہیم شاہ جاری رہا اور مذکورۂ بالا پیرو مرشد حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب عرف مُنا شاہ صاحب رحمۃ اللہ آپ کو "فرخ سیر" فرمایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت "ہیم شاہ" سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا اَور لوگ اپنے بچوں کو میبہ کہتے ہیں میں ہیم شاہ کہدیتا ہوں۔

حضرت **میاں صاحب** رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تاریخی نام تو میرا "مختار احمد ہی تجویز ہوا تھا لیکن یہی نام اختر (احقر اختر حسین کاتب الحروف) کے ماموں کا تھا اس لئے والد صاحب نے اصغر حسین نام رکھ دیا تھا۔

۱۳۰۱ھ میں جب کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف سات سال تھی آغوش والدہ سے جُدا ہو گئے یعنی والدہ ماجدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپکی پرورش و تربیت والد ماجد اور ہمشیرہ علاّتی معصوم النساء کرتے رہے۔ اسی وجہ سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہمشیرہ کی مثل والدہ کے تعظیم و خدمت کرتے تھے۔ ان ہمشیرہ کا انتقال ۱۶ رذی الحجہ ۱۳۶۲ھ میں میاں صاحب کی وفات سے ایک سال قبل ہو چکا ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طالبعلمی

آٹھ سالہ عمر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد کے حقیقی ماموں اور اپنے ہونے والے پیرو مرشد روشن ضمیر سید محمد عبد اللہ شاہ صاحب عرف مُنّا شاہ صاحب رحمہ اللہ سے افتتاحی بسم اللہ کر کے اپنے والد بزرگوار سے تعلیم شروع کی اور تقریباً ڈیڑھ دو سال میں تعلیم قرآن پاک حاصل کر کے والد ماجد سے ہی فارسی کی تعلیم شروع کر دی۔ دوران تعلیم میں سوائے اپنے کار تعلیم کے کبھی کسی کھیل کود یا فضول کام سے کوئی تعلق یا واسطہ نہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ عام طور پر بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ لہو ولعب کی طرف طبعی میلان ورغبت ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو طبعی نفرت تھی۔ کبھی آپ کو لڑکوں سے فضول گفتگو کرتے یا لڑتے جھگڑتے نہ دیکھا گیا۔

گلستاں تک فارسی اپنے والد صاحب رحمہ اللہ سے پڑھ کر درجہ فارسی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے۔ یہاں بوستاں وسکندر نامہ وانوار سہیلی وغیرہ وغیرہ پڑھکر باقاعدہ تکمیل درجہ فارسی حاصل کی۔ فارسی کی کتابیں جناب مولانا محمد یٰسین صاحب رحمہ اللہ دیوبندی مدرس اوّل درجہ فارسی دارالعلوم دیوبند سے پڑھی اور حساب وغیرہ اُن کے برادر مولانا منظور احمد صاحب رحمہ اللہ دیوبندی سے جو مدرس ریاضی درجہ فارسی کے تھے حاصل کیا۔ اس زمانۂ تعلیم فارسی میں اپنے اُستادوں کا حد سے زائد لحاظ وادب اور تعلیم میں مشغولیت۔ اور لغو اُمور سے اجتناب۔ بیہودہ اور فضول باتوں سے احتراز اور نفرت ہی سبب اُستادوں کی حد سے زائد شفقت اور محبت کا ہوا۔

اُستاد محترم حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں اصغر صاحب

نے بچپن میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مدرسے کے اوقات میں حاضر درس رہتے اور باقی وقت میں اپنے والد ماجد کے مکتب میں حاضر ہوکر حسب الحکم والد صاحب بعض بعض بچوں کو فارسی کا سبق پڑھاتے کسی کا سبق یاد کرادیتے کسی کا آموختہ سن لیتے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ درجہ فارسی دارالعلوم سے فراغت کے بعد سنہ ۱۳۱۱ھ میں درجہ عربی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور برابر اپنی تعلیم سے فرصت کے وقت اپنے والد ماجد کے مدرسہ میں حسب دستور جاتے رہے یہاں تک کہ آپ کے والد ماجد تقریباً اُنسٹھ سال کی عمر میں ۱۲ رجادی الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۷ر دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء یوم پنجشنبہ کو انتقال فرما گئے۔ اب حضرت آپ اور آپکی ہمشیرہ علاتی یتیم ہوکر خداتعالیٰ جل شانہ کے سہارے پر رہ گئے۔ آپ کے والد ماجد کی تجہیز و تکفین و تدفین میں علاوہ اہل شہر کے جملہ اساتذۂ دارالعلوم اور حضرت مہتمم صاحب موجود رہے۔

دفن سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے بموجودگی حضرت مولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ و حضرت العلامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب مہتمم و حضرت مفتی اعظم مولانا الحاج عزیز الرحمٰن صاحب طاب اللہ ثراہم و دیگر حضرات مدرسین نے آپ کو بلا کر فرمایا:۔

"صاحبزادے والد صاحب کے انتقال سے پڑھنا مت چھوڑ دینا۔ تحصیل علم میں مشغول رہنا۔"

جب سب حضرات نے فرمایا کہ:۔

"بھائی ہم بھی تمہارے والد اور مربی ہیں، تم کسی قسم کا فکر و اندیشہ مت کرنا۔ اور اپنی تعلیم میں لگے رہنا۔"

جواب میں آپ نے فرمایا۔ "بہت اچھا"
اس وقت آپ کی عمر سترہ - اٹھارہ سال تھی۔ شرح وقایہ وغیرہ پڑھتے تھے۔

والدصاحب کے انتقال کے بعد ایک سال چند ماہ برابر اپنی تعلیم سے فارغ ہوکر اپنے والدصاحب کے مدرسہ کو جاری رکھا۔ یہ مدرسہ بہت آباد اور تیس چالیس روپیہ ماہوار کی آمدنی کا تھا۔

رؤسائے شہر نے استدعا کی اور بہت اصرار کیا کہ اپنے والدصاحب کے مدرسہ کو ہی سنبھال کر بیٹھ جائیں یا اپنی جانب سے کوئی معلّم متعیّن کر دیں لیکن سرپرست آپ ہی رہیں۔ آپ نے دونوں باتوں کو قبول نہ فرمایا اور صاف فرما دیا کہ مجھے اس کی نگرانی کی بھی فرصت نہ ہوگی۔ آپ لوگ خود ہی کوئی انتظام کرلیں میں خود پڑھونگا۔ غرض آپ نے اپنے محترم اور شفیق اُستاد یعنی فرمودۂ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور فرمودۂ مُربیان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ۱۷ شوّال المکرم ۱۳۱۳ھ روز چہارشنبہ یکم اپریل ۱۸۹۶ء کو ترک مدرسہ والد صاحب کردیا اور توکلاً علی اللہ ہمہ تن مصروفِ تعلیم عربی ہوگئے۔

حضرت مفتیٔ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب بفوی رحمہ اللہ اور دیگر اساتذہ سے بہت سی کتابیں پڑھی اور اپنے مخصوص محترم اُستاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت عظمت میں رہ کر صحاح ستّہ اور دیگر علوم کی اعلیٰ کتابیں پڑھ کر فیوض وکمالات حاصل فرمائے۔

زمانۂ تعلیم میں نہایت انہماک اور محنت وشوق سے علومِ دینیہ کی تعلیم میں مشغول رہے اور اپنے جمیع اساتذہ اور جملہ ارکینِ مدرسہ کا ادب اور

لحاظ، تعظیم وتکریم کا جو درجہ حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ اس زمانہ میں آپ ہی کی ممتاز خصوصیات میں سے تھا۔ یہی باعث غایت محبت وشفقت وعنایتِ اساتذہ رہا۔ ایک مرتبہ آپکی اپنے اُستاد شفیق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کی زبانِ مبارک سے بوقتِ درس سُنکر کچھ تقریر اور یادداشتیں جمع کی ہوئی کاپی کسی طالب علم نے چُرالی۔ آپ کو بہت رنج ہوا کوئی صورت دستیاب ہونے کی نظر نہ آئی۔ اُسی غم میں ایک روز مدرسہ بھی نہ گئے اور حاضرِ درس نہ ہوئے۔ اُستاد شفیق کو خبر ہوئی تو عصر کے بعد تسلّی دینے کے لئے مکان پر تشریف لاکر مفصّل حال دریافت کرکے افسوس ظاہر فرمایا۔ صبر دلایا اور دریافت فرمایا کہ "تمہاری ہی لکھی ہوئی تھی"؟ آپ نے عرض کیا "جی حضرت میں نے ہی لکھی تھی"۔ فرمایا "پھر کیا غم ہے پھر لکھ لینا، اور عجب نہیں کہ مل جائے"۔ اگلے روز بخاری کے سبق کے بعد سب طلبہ کو خطاب کرکے نہایت جوش سے فرمایا کہ "دیکھو ہمارے سیّد کی تقریر جسنے لی ہو دے دو۔ ان کو بہت رنج ہے۔ اگر نہیں دیگا تو چاہے ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوجائے لیکن علم سے ہمیشہ محروم رہیگا۔ اور یہ خیال نہ کرنا معلوم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بتلا بھی دیتے ہیں"۔ یہ سُنکر سب طلبہ دم بخود رہ گئے اور تین چار روز کے بعد چور نے حُسنِ تدبیر سے وہ تقریر رکھدی۔ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کس نے لی اور کیسے واپس ہوئی۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی خانہ آبادی

چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اپنی حیات ہی میں آپ کا رشتہ (منگنی) اپنے قریبی رشتہ دار نجیب الطرفین سید مشتاق حسین صاحب مرحوم ساکن دیوبند کی دختر نیک اختر سے کر کے شادی کی تیاری کر رہے تھے کہ وفات پا گئے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد کسی مصلحت سے آپ شادی سے انکار کرتے رہے۔ لیکن باصرار و تقاضا اپنی ہمشیرہ علاتی کے اُنکے حکم کو واجب التعمیل سمجھ کر رضامند ہو گئے اور زمانۂ طالب علمی میں ۱۳۱۵ھ میں آپ کا نکاح و رخصت بطریق مسنون ہو گیا۔ اور زوجہ مکرمہ بحمد اللہ تعالےٰ بقیدِ حیات موجود ہیں۔ ان کے بطن سے آپ کے ۲۳ رجب ۱۳۱۶ھ میں پسر کلاں کاتب الحروف مسمّٰی سید اختر حسین اور ۱۳۱۹ھ میں پسرِ خورد حاجی سید محمد بلال صاحب اور ۱۳۲۰ھ میں دختر اختری عرف فہمیدہ خاتون پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے ہر دو پسران کا عقد خاندانِ سادات میں بطریقۂ مسنون مع ولیمہ مسنونہ کے یکے بعد دیگرے ۱۳۴۲ھ میں کیا اور دختر کا نکاح ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ کو بروز جمعہ بطریقۂ مسنونہ کر دیا۔ یہ دختر شادی کے آٹھ سال بعد آپکی حیات میں دو تین ماہ کے مرضِ طویل کے بعد ۱۳ شعبان ۱۳۵۴ھ بروز دو شنبہ دُنیائے فانی سے رخصت ہو گئی۔ اور ایک پسر مسمّٰی سید فرحت حسین اپنی یادگار چھوڑ گئی۔ جو آجکل دار العلوم دیوبند میں عربی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

ہر دو پسر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار موجود ہیں۔ پسرِ کلاں کاتب الحروف مسمّٰی سید اختر حسین اس وقت دار العلوم دیوبند میں مدرس عربی کے عہدہ پر مامور ہے اور پسر خورد حاجی سید محمد بلال صاحب دیوبند کے سرکاری اسکول میں صدر مدرس ہیں۔

حصولِ کمالاتِ باطنی اور اجازت طریقت از سید الطائفہ سراج السالکین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ

حضرت میاںصاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے حقیقی ماموں پیر و مرشد روشن ضمیر حضرت سید محمد عبداللہ شاہ عرف مُنّا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہکر فیض و برکات صحبت حاصل کرتے تھے اور جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت میاںصاحب رحمۃ اللہ کو کبھی ہیم شاہ اور کبھی فرخ سیر فرمایا کرتے تھے اور بہت زیادہ محبت و شفقت فرماتے تھے جس وقت کہ حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں بوقت زیارت و صحبت زبدۃ الکاملین قدوۃ العارفین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے آپ سے زبانی اور تحریری اجازت و بیعت اپنے بھانجے سید محمد حسن صاحبؒ (والد ماجد میاںصاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور اُن کے ہر دو صاحبزادے سید خورشید حسن صاحب اور سید اصغر حسین صاحب اور اُن کے بھانجے سید محمد قاسم صاحب کے لئے حاصل کر کے لائے۔ تحریر زبدۃ الکاملین سراج السالکین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے:-

"بپاس خاطر مخلص مکرم معرفت آگاہ سید محمد عبداللہ شاہ صاحب بیعت مع الاجازت برائے عزیزان شاہ محمد حسن و سید قاسم علی و خورشید حسن و فرخ سیر مقبول و منظور کردہ دعائے خیر ادا کردہ شد"

(حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ میاںصاحب رحمہ اللہ کو

فرخ سیر ہی اکثر فرمایا کرتے تھے اس لئے یہی تحریر میں آیا) حضرت میاں سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج اور زیارت مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد وطن واپس ہوکر یہ تحریری اجازت نامہ قدوۃ العارفین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا اور نیز ہر دو طریقہ قادریہ اور چشتیہ کا حضرت میانصاحب سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بیعت و اجازت کا بھی خلعت پہنا کر سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ برابر آپ کی خدمت و صحبت میں رہکر فیوض و کمالاتِ باطنی سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔

سنہ ۱۳۱۰ھ میں پیر روشن ضمیر حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحبؒ بیمار ہوئے تو انتقال سے ایک یوم قبل حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرخ سیر کے لقب سے پکار کر اپنے پاس بلایا اور اپنے سینہ سے کُرتا اٹھا کر سینہ سے سینہ ملا کر لپٹا لیا۔ اور آپ کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دُعائے ترقی علم و عمل و درجات سے نوازا اور فرمایا "اصغر تیرے سینہ سے ہزاروں فیضیاب ہوں گے اور مخلوقِ خدا کو تجھ سے فیض پہنچے گا۔" اِس کے اگلے روز یعنی ۱۵ صفر سنہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۸ ستمبر سنہ ۱۸۹۲ء یوم پنجشنبہ میں رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے کمالاتِ ظاہری و باطنی کے صحیح وارث اور خلیفہ اور سچے جانشین ہوئے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طالب علمی سے فراغت اور سندِ علوم اور مدرسہ جونپور میں تعلیمِ علوم کا سلسلہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۳۲۰ھ میں حسبِ نصابِ مدرسہ دار العلوم دیوبند کل کتابیں پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ بعد فراغت خاتم المحدثین حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے اور حضرت مولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے علاوہ اُس سند مدرسہ کے جو ہر فارغ شدہ کو مدرسہ کی جانب سے دیجاتی ہے ایک خصوصی تحریر آپ کو مرحمت فرمائی۔ جو بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے۔

مہر مدرسہ
دار العلوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً۔ امّا بعد۔ مولوی سید اصغر حسین ولد سید محمد حسن صاحب مرحوم ساکن دیوبند ضلع سہارنپور اس مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند میں ابتدائے سنہ ۱۳۱۰ھ میں داخل ہوئے اور سنہ ۱۳۲۰ھ تک نہایت محنت اور شوق سے تحصیلِ علوم میں مشغول رہے۔ اس مدت میں مدرسہ ہٰذا کے سلسلۂ نصاب کی تمام کتب درسیہ من اولہ الی آخرہ اچھی طرح پڑھیں اور مدرسہ کے مدرسین اور منتظمین کو ہمیشہ انپر نظرِ شفقت رہی اور سب اُن سے خوش رہے یہ چند کلمات بطور سند کے تحریر کئے جاتے ہیں اور اُن کیلئے توفیقِ خیر کی دعا کیجاتی ہے۔

العبد

محمود حسن — احمد مہتمم مدرسہ عربیہ — یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

مہر — مہر

دار العلوم دیوبند سے فراغت وتحصیل کے بعد غالبًا ایک سال چند ماہ
تک کچھ کام دفتری مدرسہ دیوبند ہی میں بطور اُجرت انجام دیتے رہے اس کے
بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا حافظ
محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ قدس سرہٗ نے مدرسہ جونپور مسجد اٹالہ کی صدر مدرسی
کے لئے بمشاہرہ بیس روپیہ منتخب فرماکر وہاں سے سفرخرچ منگاکر آپ کو بہت
بہت دعاؤں کے خلعت کی ساتھ جونپور روانہ ہونے کی اجازت مرحمت
فرمائی چنانچہ حضرت میانصاحب رحمہ اللہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ مطابق
۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء یوم یکشنبہ کو بعد نمازِ ظہر دیوبند سے بارادۂ جونپور روانہ
ہوکر یکم فروری ۱۹۰۴ء مطابق ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ ۵ بجے شام کو جونپور
پہونچ گئے۔ اور ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ سے اسباق مدرسہ شروع کرادیئے۔
جس وقت آپ تشریف لے گئے بیالیس ۴۲ طالب علم موجود تھے۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ
تا شعبان سب کتابیں ختم کراکر امتحانِ سالانہ سے فراغت کے بعد ۲۴ شعبان ۱۳۲۲ھ
کو وہاں سے روانہ ہوکر دیوبند تشریف لائے اور زمانۂ تعطیل ماہِ رمضان المبارک
دیوبند میں اپنے مکان پر اور اپنے اُستاذِ شفیق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن
صاحب قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں گذارا اور ماہ شوّال المکرم ۱۳۲۲ھ
میں جونپور پہنچ کر حسب دستور تشنگانِ علوم کو سیراب فرمایا۔ ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۸ھ
کے اخیر تک، سات سال برابر اہلِ جونپور کو اپنے علومِ ظاہری اور باطنی کے فیوض
وبرکات سے سرفراز فرماتے رہے۔ اس سات سالہ قیام میں شہرِ جونپور اور
گردونواح کے لوگ آپ کے اوصافِ حسنہ اور اخلاقِ جمیلہ اور کمالات کی
وجہ سے بہت گرویدہ اور معتقد ہوگئے تھے۔ اوقاتِ درس وتدریس اور مشاغلِ
ذکر ومراقبہ وظائف وتلاوت کی مصروفیتوں سے جو وقت ملتا اُس میں تصنیف وتالیف فرماتے تھے۔

آپ کا تقرر دار العلوم دیوبند میں

آپ کو دار العلوم دیوبند میں رسالہ القاسم کے جاری کرنے کے لئے بلانے کی تجویز اور سعی منتظمانِ دار العلوم سنہ ۱۳۲۷ھ ہی سے کر رہے تھے اور برابر سلسلہ خط و کتابت جاری تھا۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ عذرات پیش کر رہے تھے۔ بالآخر متفقہ تحریر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ قدس سرہٗ اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نائب مہتمم قدس سرہٗ اور مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب قدس سرہٗ کی بصورتِ خط جو پور پہنچی جس کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ شفیق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ سے بذریعہ خط استفسار فرمایا کہ اگر حکم ہے تو بسر و چشم منظور اور اگر تخییر ہے تو مجھے یہاں پر بہت آزادی ہے۔ علمی مشغلہ کے علاوہ تصنیف و تالیف اور اوراد و وظائف کا بھی موقعہ خوب مل جاتا ہے وہاں پر صرف رسالہ کا کام ہوگا علمی شغلہ سے یکسوئی ہو جائے گی۔ جس کے جواب میں حضرت مولانا شیخ الہند قدس سرہٗ نے جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا تھا وہ بجنسہٖ نقل ہے:-

"برادر مکرم بارک اللہ فیکم وسلم۔ بندہ محمود تسلیماتِ مسنونہ کے بعد ملتمس ہے۔ گرامی نامہ پہونچا۔ بندہ کو مادّۂ سوداوی نے ستا رکھا ہے ایسی حالت میں اپنی رائے پر رہا سہا اعتماد بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ سے مخلص مکرم سے اپنا خیال عرض کرنے میں تکلف بھی بیجا ہے خط جو آپ کے پاس گیا تھا اُس میں یہ ضعیف بھی واقعی شریک تھا۔

آپ کا خیال درست ہے۔ اوّل اپنا پریشان خیال آپ پر ظاہر کرتا ہوں۔ پھر استفسار کا جواب عرض کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، عالمِ شہود سے دُور، برزخ کے قریب ہو رہا ہوں۔ اتنا فکر ضرور ہے کہ اُستاد[1] رحمۃ اللہ علیہ سے بالفعل اگر مشافہہ کی نوبت آ گئی اور پوچھا کہ کہو مدرسہ کس پر چھوڑا، اور کس حالت میں ہے تو اس کا جواب ایسا دے سکوں کہ باعثِ اطمینانِ خاطرِ حضرت ہو۔ اس کی تدبیر کوئی نہیں مگر یہ کہ اپنے مخلصین صلحاءِ لائق کے نام گنوا دوں۔ سو آپ کی طرف بھی بچند وجوہ میرا خیال ضرور جاتا ہے اور چاہتا ہوں کہ آپ جیسے چند اعزّہ مگر حقیقت میں مفید اور اکبر کسی بہانہ سے احاطۂ مدرسہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آپ نے جو دو صورتیں تحریر فرمائی ہیں باللہ العظیم ہرگز اس کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ آپ مشغلۂ تدریس سے یکسو ہوں بلکہ چاہتا ہوں کہ مشغلۂ تدریس حالتِ موجودہ سے زائد نصیب ہو۔ میں تو آپ کے جلد بلانے کے لئے تدبیرِ موجودہ کو دراصل پسند کرتا ہوں یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سیّد صاحب مشغلۂ علمی سے یکسو ہو کر رسالہ بازی میں عمر صرف کریں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سرِ دست رسالہ کی گاڑی سنبھالنے کو کوئی لائق معتمد علیہ شخص ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد رسالہ کے لئے ان شاء اللہ بہت پیدا ہو جاویں گے اس وقت رسالہ کی ابتدا اگر ہماری طرز و وضع اور خیال کے خلاف پڑ گئی تو اندیشہ کی بات ہے۔ اس وجہ سے بیشک یہ مستحسن نظر آیا کہ مکرّم سیّد کو رسالہ دار بالفعل بنایا جاوے۔ اسلئے اپنا خیال

[1] یعنی استاذ العلماء حضرت مولانا لطف اللہ صاحب قدس سرہٗ ۱۲

عرض کرتا ہوں ۔ حکم ہرگز نہیں ۔ آپ کو پسند اور بے تکلف گوارا ہو تو سبحان اللہ ورنہ جو آپ کو منظور ہو ہمکو منظور ہوگا۔ اور آپ سے بخدا کوئی خلجان یا ملال کا واہمہ بھی انشاء اللہ نہ ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ آپ بالکل اپنے مدرسہ کے احاطہ کے اندر اللہ کا نام لے کر آ جائیں اور آہستہ آہستہ کام کئے جائیں انشاءاللہ آپ کے شغلِ تدریس کی ہر طرح سے کوشش کی جائے گی کہ قصور نہ آوے ۔ اور یہ شیخ چلی کا خیال اگر اعتماد کے قابل نہ ہو تو ۲ ماہ سے لے کر ۶ ماہ تلک کی رخصت لے کر تشریف لا کر رسالہ کو ہمارے کہنے کے مطابق جاری فرما جائیں اس کے بعد جو صورت آپ پسند فرمائیں اُس کے کرنے میں ہم آپ کی موافقت بلکہ متابعت خوشی کے ساتھ کرنے کو موجود ہیں. اِن چند روز میں جو آپ کو رسالہ کے متعلق تحریرات کی نوبت آئے گی اُس کا حساب کیا جائے گا کہ اتنی مدت کی تالیفات جونپور سے زائد ہونگی یا کم سو یہ میرا خبط ہے جو خیال کے قابل نہیں ہیں خوب جانتا ہوں کہ یہاں آپ کسی عنوان سے آئیں مگر غالباً وہ آزادی اور استقلال جو جونپور میں ہے آپ کو بوجوہِ مختلفہ میسر نہ ہوگا ۔ مگر کیا کروں اپنے خیالِ خام کی وجہ سے جیسا خود متفید ہوں اپنے لائق مخلصین کو بھی متفید کرنے کا شوق ہوتا ہے ۔

آپ بالکل مدرسہ اور خدامِ مدرسہ کے خیر اندیش اور بہی خواہ ہیں اور ہم خدامِ مدرسہ بالکل آپ کے خیر طلب اور دعا گو

ہیں۔ خط آپ ہی ختم ہو گیا کاغذ ہی نہیں رہا۔

والسّلام مع الاکرام۔ فقط

اپنے محترم شفیق اُستاذ کے اس گرامی نامہ کے پہنچنے کے بعد بطیب خاطر مدرسہ جونپور سے سبکدوش ہونے کیلئے درخواست دیدی! اراکین مدرسہ جونپور اور اہلِ شہر اور گردونواح کے جملہ معتقدین نے جو اس مدتِ قیام میں آپ سے کافی فیض حاصل کر چکے تھے اور مشتاقِ زیارت وصحبت رہتے تھے بہت الحاح وزاری کے ساتھ عرض معروض کی کہ آپ ہم لوگوں کو اپنے فیوض وبرکات سے محروم کرتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے اسباقِ متعلقہ میں کمی کر دی جائے۔ جس طرح بھی آپ کو راحت وآرام ہو ہر تدبیر کے لئے تیار ہیں۔ لیکن آپ ٹھہر جائیں۔ اور یہاں سے جانے کا قصد نہ فرمائیں جس کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا کہ اُستاذِ محترم کا حکم واجب التعمیل ہے۔ لہٰذا مجھے معذور سمجھا جائے۔ بہت سے اصحاب نے یہ بھی عرض کیا کہ ہم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کر کے اُن سے آپ کے رُک جانے کی اجازت حاصل کر لیں لیکن اِس کو آپ نے پسند نہ فرمایا۔ اور حسب ارشادِ عالی اپنے اُستاذ شفیق کے اوائل ۱۳۲۸ھ میں آپ دار العلوم دیوبند میں تشریف لے آئے۔ آپ کے متعلق تصنیف وتالیف اور جملہ انتظام اجرائے رسالہ "القاسم" کر دیا گیا جس کو آپ نے ذہنِ ثاقب وفہم کامل اور مہارتِ فی العلوم کی وجہ سے حسب منشاء اپنے مُربیان کے نہایت حُسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔

حق تعالیٰ جلّ شانہ نے آپ کو علم وفضل وکمالات کی ساتھ اعلیٰ درجہ کی فراست بھی عطا فرمائی تھی۔ ایک ہی دو سال کے اندر اندر "القاسم" کی

اشاعت خیال سے زائد روزافزوں ترقی پذیر ہوگئی۔ اور چند سال برابر آپ کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف اور حسنِ انتظام سے رسالہ القاسم اعلیٰ اور بیش بہا مضامین سے مزین دارالعلوم دیوبند سے ماہ بماہ نہایت شان و شوکت و اہتمام کی ساتھ جاری ہوکر اپنے علمی خزانوں کے فیوض سے ہندوستان اور بیرونِ ہند کے مسلمان خواص وعوام کو فیضیاب کرنے لگا۔

آپ کا درس حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند میں

جب رسالہ کے اجراء اور قیام کا انتظام ہر اعتبار سے مکمل ہوگیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے موافق ذمہ داران دارالعلوم نے رسالہ کی ادارت و انتظام کو دوسرے صاحب کے سپرد کرکے آپ کے متعلق صرف درس وتدریس حدیث وتفسیر کردیا۔

دارالعلوم دیوبند کی مدرسی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوکر اعلیٰ اساتذہ کی صف میں رہکر تا آخرِ حیات ہزاروں تشنگانِ علوم کی کماحقہٗ سیرابی فرماتے رہے۔ درس میں کبھی فضول اور خارجی باتوں کا ذکر اور طویل تقریر نہ فرماتے تھے بلکہ مختصر جامع اور بہت مفید جملوں میں مسئلہ کی تحقیق اور مطلب کا حل فرمادیتے تھے۔ اور بڑے بڑے معرکۃ الآرا اور مختلف فیہ مسائل کی عقدہ کشائی اپنی مختصر اور شیریں بیانِ تقریر سے مستفیدین کے ذہن نشین فرمادیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کی تقریر میں یہ اثر عطا فرمایا تھا کہ بات فوراً دلنشین ہوجاتی تھی۔ اسی طرح علاوہ طلبہ کے اکثر مدرسینِ دارالعلوم کو بھی علومِ ظاہری اور باطنی اور فیضِ روحانی سے سرفراز فرماتے رہے۔ اور ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کے اعلیٰ درجہ کے معاون اور بہی خواہ خیر اندیش اُس کی

ہر قسم کی ترقی کے ساعی اور ہر قسم کی خدمت کو اپنا فخر سمجھنے والے رہے جسکو حضرات
اراکین مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند نے بھی اپنی متفقہ تجویز میں ظاہر فرمایا ہے
جسکی نقل بجنسہ درج کیجاتی ہے :-

" شوریٰ منعقدہ شعبان ۱۳۶۴ھ تجویز ۱

مہتمم صاحب نے حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے سلسلہ میں ضابطہ کی رپورٹ پیش کی مجلس نے باتفاق رائے حسب ذیل تجویز تعزیت پیش کی۔

مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کا یہ جلسہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس دار العلوم دیوبند کی وفات حسرت آیات پر جو راندیر ضلع سورت میں اچانک بحالت غریب الوطنی واقع ہوئی حد درجہ مغموم اور صدمہ رسیدہ ہے اور اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مرحوم دار العلوم دیوبند کے چیدہ علماء میں سے ایک عالم ربانی باخدا درویش اور بزرگان دیوبند کی یادگار اور سچے جانشین تھے۔ آپ آخر دم تک دار العلوم کے مخلص خادم رہے اور اس کی علمی، تعلیمی، مالی اور اخلاقی خدمات میں بلا دریغ منہمک اور ساعی رہے۔ مجلس ان کی وفات کو پوری جماعت دیوبند کے لئے ایک اندوہناک حادثہ اور ناقابل تلافی صدمہ سمجھتی ہے اور دست بدعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ انہیں اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ہمارے لئے اُن کی مقدس ذات کو اجر و ذخر بنائے۔ آمین۔

یہ جلسہ حضرت مرحوم کے جملہ اہلبیت بالخصوص اُن کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سیّد اختر حسین صاحب مدرّس دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں تعزیت کرتے ہوئے اُنہیں یقین دلاتا ہے کہ یہ مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان اُن کے ساتھ اِس صدمہ میں شریک اور پُوری ہمدردی رکھتے ہیں۔

مجلسِ شوریٰ کی یہ تجویز تعزیت بتوسط مولانا اختر حسین صاحب حضرت مرحوم کے اہلبیت تک پہونچا دی جائے۔"

(نقل مطابق اصل ہے)

پابندیِ اسباق کی حیرت انگیز مثال

صاحبزادی کے انتقال کے دِن سبق

مدرسہ دارالعلوم باوجودیکہ آپ کے مکان سے فاصلہ پر واقع ہے لیکن کیسی ہی شدید سردی ہو یا گرمی بارش ہو یا دھوپ تکلیف برداشت کرکے برابر مدرسہ تشریف لے جاتے اور حتی الامکان درس ناغہ نفرماتے۔ حتیٰ کہ ۱۳۵۴ھ میں آپ کی جوان عمر صاحبزادی کا انتقال قبیل صبح صادق ہو گیا تو نہایت صبر و شکر کے ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور بعد نمازِ فجر اپنے صاحبزادوں کو تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایت فرما کر خود مدرسہ تشریف لے گئے (حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کو تازہ کر دیا کہ جب اُن کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے حلقۂ درس کا وقت آگیا جنازہ کو عزیزوں کے سپرد کرکے خود سبق میں حاضر ہوئے) اور حسب دستور وقتِ مقررہ میں سبق پڑھایا اور سبق کے بعد درسگاہ میں طلبہ سے مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا کرائی۔ تب مکان پر تشریف لائے تو جنازہ قریب تیاری تھا۔ اور ایک مجمع اقربا، اور اہلِ محلہ واہلِ شہر کا موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں مدرسے سے جانشینِ شیخ الہند حضرت العلامہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہٗ صدر مدرس دار العلوم دیوبند مہاجر مدنی اور حضرت العلامہ مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دار العلوم و دیگر حضرات مدرسین و ملازمین برائے تعزیت تشریف لائے۔ جنازہ تیار ہو گیا تھا۔ آپ نے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہٗ مدنی سے نمازِ جنازہ پڑھوائی۔ اور بعد نماز کے جب ان حضرات نے قصد معیتِ جنازہ کیا تو آپ نے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہٗ مدنی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دار العلوم اور دیگر مدرسین سے فرمایا کہ آپ حضرات مدرسہ تشریف لے جائیں اور اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں جنازہ کی تدفین کیلئے اقربا اور اہلِ شہر کی کافی جماعت ہے۔ اگرچہ ان حضرات نے انکار بھی بہت کیا لیکن آپ باصرار و تقاضا ان حضرات کو واپس کرکے تب جنازہ کی ساتھ شریک ہوئے۔ اللہ اللہ کس درجہ محتاط، زاہد و متقی، صابر و شاکر، راضی برضائے مولیٰ تھے۔

بالآخر ۱۳۲۸ھ سے تا آخر عمر پینتیس ۳۵ سال کامل آپ نے اپنی زندگی کے دار العلوم دیوبند میں نشر و اشاعتِ علمِ دین اور خدمتِ تعلیم میں نہایت عزت و احترام کی ساتھ بسر فرمائے۔

عزم و روانگی بقصدِ زیارت حرمین شریفین زاداللہ شرفہما

آپ نے اپنی حیاتِ مبارک میں تین حج ادا فرمائے سب سے پہلا حج ۱۳۲۰ھ میں اپنے اُستاذ حضرت مولانا غلام رسول صاحب بفوی قدس سرہٗ مدرس دار العلوم دیوبند کی معیت میں ادا فرمایا۔ اُس وقت تک جہاز میں حاجیوں کے لئے کھانے کا انتظام کمپنی کی جانب سے نہ تھا بلکہ حجاج اپنا اپنا سامانِ خورونوش اپنی ساتھ لے جاتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ بھی ضروری ضروری مختصر سامان اپنی ہمراہ لے کر اخیر شوال ۱۳۲۰ھ میں دیوبند سے روانہ ہوکر بمبئی پہنچے۔ بمبئی میں چھ سات روز قیام کے بعد جہاز میں سوار ہوکر جدہ اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچکر زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اور ادائے افعالِ حج و عمرہ اور طواف تفل و عبادت میں مصروف رہے۔ بعد ادائے مناسکِ حج مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچکر زیارت روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا اور چند روزہ قیام میں اکثر بلکہ کُل وقت حاضری دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر و تلاوت میں گذارتے رہے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچے اور تین روز قیام کے بعد جہاز میں سوار ہوکر بمبئی پہنچے وہاں سے روانہ ہوکر شروع ربیع الاول ۱۳۲۱ھ میں دیوبند مع الخیر والعافیت تشریف لے آئے۔

تمام سفر میں اپنے اُستاذ کی خدمت سے کبھی دریغ نہ فرماتے تھے اور ہر قسم کی سہولت و آرام اُن کو پہنچاتے رہے کبھی ایک حرفِ شکایت زبان پر نہ آنے دیا اور " ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد " کے صحیح مصداق ثابت ہوئے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

آپ ہمیشہ اپنے سفر میں روانگی اور واپسی کو بہت مخفی فرماتے تھے اس خیال سے کہ شہرت نہ ہو اور مشتاقینِ زیارت وصحبت اور معتقدین مریدین کی کثرت اور اژدحام سے اُن کو بھی تکلیف نہ ہو اور آپ کو بھی دقت اور کوفت نہ ہو۔

دوسری مرتبہ جب کہ آپ نے ارادۂ زیارت حرمین شریفین کا فرمایا تو باوجود اخفاءِ ارادہ کے خود بخود عوام وخواص میں یہ شہرت ہوگئی کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے ہیں۔ آپ کے رُعب خُداداد کی وجہ سے ہر ایک کی تو ہمت وقدرت نہ تھی کہ آپ سے دریافت کرلے اگر کسی نے ہمّت وجُرأت کر کے دریافت بھی کیا تو آپ کا جواب سکوت اور خاموشی ہونے کے سبب استفسار کرنے والے کو ظنِ غالب بلکہ الیقین ہوجاتا کہ واقعی آپ کا قصد ہجرت کا ہے۔ روانگی سے چند روز قبل ذمہ دارانِ دارالعلوم اور بعض اہلِ شہر نے اصرار کیا کہ آپ کے ہجرت کرنیکے متعلق خبریں سُنی جارہی ہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے مدرسہ اور اہل مدرسہ کو بہت سے منافع ہیں اور بہت سے بلاد وامصار کی مخلوق بالخصوص اہلِ قصبہ آپ کے فیوض وبرکات سے متمتّع اور منتفع ہورہے ہیں اگر آپ نے ایسا ارادہ فرمالیا تو اہلِ مدرسہ اور یہ مخلوقِ خدا آپ کے فیوض وبرکات سے محروم ہوجائیں گے لِلّٰہ ایسا ارادہ نہ فرمائیں۔ تب متبسمانہ انداز میں آپ نے فرمایا کہ یہ خبر غلط ہے ہجرت کا ارادہ تو نہیں البتّہ طویل قیام کا قصد ہے۔ اس پر بعض بے تکلف اصحاب نے عرض کیا کہ حضرت طویل قیام کا بھی قصد نہ فرمایئے۔ اور ہمکو اپنی برکاتِ صحبت اور فیضِ زیارت سے جلد ہی سرفراز فرمایئے۔ جس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

چنانچہ ۱۳۴۵ھ کے سالانہ امتحانِ سالانہ دار العلوم سے فراغت کے بعد ۷ ر شعبان ۱۳۴۵ھ کو آپ دیوبند سے روانہ ہو کر راندیر ضلع سورت تشریف لے گئے۔ ۲ ر شوال ۱۳۴۵ھ تک چالیس روز وہاں مقیم رہے۔ اِس کے بعد ویراول و بمبئی و آٹھ گاؤں و ٹِڈگھا کا سفر کیا ایک ایک دو دو روز کے قیام کے بعد پھر واپس راندیر تشریف لے آئے۔ اور چند روز قیام کر کے پھر بمبئی تشریف لے گئے اور بارہ روز قیام کر کے ۱ ر ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ کو جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ ۱۲ ر ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ کو جدّہ پہنچے۔ رات کو قیام کر کے ۲۲ ر ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ کو مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ حج اور عمرہ اور طواف و زیارتِ بیت اللہ سے مشرف ہوتے رہے۔ اور بعد فراغتِ حج ۱۸ ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور ۲۳ ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو مدینہ منورہ پہنچے۔ تین ماہ اور چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرما کر عبادت و زیارت اور حاضریٔ دربارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ اس کے بعد جدّہ واپس ہوئے۔ تین روز جدّہ قیام کر کے پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے عبادت و طواف و زیارتِ بیت اللہ سے شرف حاصل کرتے رہے۔ بارہ روز قیام کے بعد جدّہ واپس ہوئے۔ اور دو روز کے بعد جہاز پر سوار ہو کر دس روز میں ۲۲ ر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بمبئی بخیریت تمام پہنچے اور دو روز بمبئی قیام کر کے ٹِڈگھا و آٹھ گاؤں اور راندیر ہوتے ہوئے ۳ ر جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ کو دہلی پہنچے اور اپنے مخلص حاجی محمد عمر صاحب مرحوم کے پاس ایک روز قیام کر کے ۴ ر جمادی الاول ۱۳۴۶ھ کو حسبِ دستور بلا اطلاع دیوبند بخیر و العافیت تشریف لائے۔

اِس مرتبہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے حاجی محمد بلال صاحب طالعہٗ

بھی بمبئی سے آپ کی معیت میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے لیکن بعد ادائے حج وزیارت مدینہ منورہ آپ نے ان کو راندیر والوں کے قافلے کی ساتھ واپس فرمادیا تھا اور خود مقیم مدینہ منوّرہ رہے۔

تیسرا حج آپ نے سنہ ۱۳۵۰ھ میں ادا کیا۔ ۱۸ رمضان سنہ ۱۳۵۰ھ کو بقصدِ راندیر دیوبند سے روانہ ہوئے۔ ۱۰ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ تک راندیر مقیم رہے۔ ۱۱ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ کو بمبئی تشریف لے گئے۔ دو تین روز قیام کے بعد ۱۴ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ کو جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ ۲۴ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ یوم پنجشنبہ کو جدّہ میں پہنچے ایک روز قیام کے بعد ۲۶ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ کو مکّہ معظّمہ پہنچے عمرہ کیا اور طواف وزیارت بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

۲۸ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ کو مکّہ معظّمہ سے روانہ ہو کر جدّہ میں رات بھر قیام کر کے ۲۹ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ یوم سہ شنبہ کو گیارہ بجے دن کے جدّہ سے مدینہ منوّرہ کو روانہ ہو گئے۔ ۲ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ یوم پنجشنبہ کو مدینہ منورہ پہنچ کر مغرب ادا کی اور ۲۲ روز قیام فرما کر زیارت روزۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت اندوز ہوتے رہے۔ ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ یوم جمعہ بوقت عشاء روانہ ہو کر یکشنبہ کو بوقت عصر جدّہ پہنچے اور وہاں سے قبل مغرب روانہ ہو کر بعد عشاء نصف رات کو مکّہ معظّمہ پہنچے اور مصروفِ عبادات رہے۔ عُمرے اور طواف ادا کرتے رہے۔ اور مناسک حج بطریق سنت براحت وآرام ادا کئے۔ ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ یوم دوشنبہ کو جدّہ واپس تشریف لائے۔ ایک ہفتہ جہاز کے انتظار میں قیام رہا۔ ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ کو جہاز پر سوار ہوئے۔

۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ یوم سہ شنبہ کو دس بجے جہاز روانہ ہوا۔ اور

دسویں روز پنجشنبہ کی صبح کو کراچی پہنچا تین چار گھنٹہ ٹھہر کر بمبئی کو روانہ ہوا ۹ محرم ۱۳۵۱ھ کو بمبئی پہنچے۔ عصر کی نماز ادا کی سیٹھ غلام حسین سورتی مرحوم کے ابناء کے پاس دو روز قیام کیا۔ بمبئی میں چونکہ ہندو مسلم فساد اور بدامنی تھی اس وجہ سے کہیں آنا جانا نہ ہوا۔ حافظ زکریا صاحب جونپوری اور سیٹھ احمد گورا وغیرہ سے ملاقات فرمائی۔ ۱۲ محرم سہ شنبہ کی صبح کو باوجود بدامنی کے بقصد راندیر اسٹیشن بمبئی پر بمشکل پہنچے۔ ۹ بجے روانہ ہو کر ۲ بجے سورت اسٹیشن پر۔ اور تین بجے سے قبل راندیر پہنچ گئے۔ تین روز قیام کیا ۱۶ محرم ۱۳۵۱ھ کو بعد عشاء بارہ بجے فرنٹیر میل میں سوار ہو کر شنبہ کو بعد مغرب دہلی پہنچے دس بجے وہاں سے روانہ ہو کر اڑھائی بجے شب کے اسٹیشن دیوبند پر اور تین بجے اپنے مکان پر بخیر وصحت وعافیت تشریف لائے اور حسب دستور اپنے کار تدریس اور مشاغل میں مصروف رہے۔

تصنیف و تالیف

سات سالہ قیام جونپور میں آپ نے تقریباً سولہ سترہ کتابیں نہایت سلیس اور عام فہم اردو زبان میں کار آمد مسائل کی بڑی بڑی معتبر کتابوں سے اخذ کر کے تصنیف فرما کر اپنے اساتذۂ کرام سے دادِ تحسین اور خلعتِ دعا حاصل کیا۔ یہ کتابیں نہایت مقبولِ عام و خاص ہوئیں۔ صغیر و کبیر عالم و جاہل کوئی مسلمان نہیں جس نے ان کو پسند نہ کیا ہو۔

دار العلوم دیوبند میں تقرر کے بعد آپ ہمیشہ درس و تدریس سے فراغت کے بعد ذکر و مراقبہ، اوراد و ظائف و تلاوت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں مصروف و مشغول رہتے تھے اور اٹھارہ اُنیس کتابیں اور نہایت کارآمد

مفید اور معتبر مفتی بہ مسائل کی عام فہم اُردو زبان میں تصنیف فرمائیں جو خواص وعوام میں بے حد مقبول ہیں اور بیسیوں مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ملک میں شائع ہو چکی اور ہوتی رہتی ہیں اور بہت سی ان میں سے بنگالی اور گجراتی زبان میں بھی طبع ہو کر مقبول ہو رہی ہیں ۔ آپ کی کل تصانیف کی تعداد پینتس چھتیس ہوتی ہے۔

جن میں سے بعض کمیاب بلکہ نایاب ہو رہی ہیں ۔ اور بعض غیر مطبوع ہیں اور سراجی کا حاشیہ بھی عربی زبان میں نہایت مکمل اور بہترین تصنیف فرمایا جو تمام مدارس اسلامیہ اور اہل علم میں مقبول ہے ۔

سلسلۂ عملیات وتعویذ گنڈا وغیرہ وبعض دیگر حالات

چونکہ آپ کے آباء واجداد سے سلسلۂ عملیات دعا، تعویذ وگنڈہ چلا آتا تھا اور ایک مخلوقِ خدا کو بلالحاظ مذہب وملت نفع پہنچتا تھا حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ کے بعد اور بالخصوص پیر روشن ضمیر میاں محمد عبداللہ شاہ صاحب عرف میانجی مُنّا شاہ صاحب کے انتقال کے بعد زمانۂ طالب علمی میں ہی لوگوں کا رجوع ہمہ تن آپکی طرف ہو گیا تھا ۔ آپ نے بھی باوجود مصروفیت تحصیلِ علم کے اپنے آباء واَجداد کی سنّت کو جاری رکھا ۔ اور برابر تعویذ وگنڈہ اور دُعا کے ذریعہ سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاتے رہتے ۔ اور علم عربی کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اس فنِ آبائی میں بھی اعلیٰ درجہ کا کمال اور مہارتِ تامّہ حاصل کر لی تھی

یہاں تک کہ جب آپ جونپور مدرس ہوکر تشریف لے گئے تو اہلِ قصبہ دیوبند رمضان المبارک میں آپکی تشریف آوری کا انتظار کرتے رہتے تھے تاکہ اپنی اپنی حاجت کے موافق تعویذ دُعا سے برکت حاصل کریں۔ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ نے اس فن میں بھی جو جو کمالات آپ کو عنایت فرمائے تھے وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔

جونپور کے مدرسہ مسجد اٹالہ میں جہاں پر آپ قیام پذیر ہوئے تھے تمام شہر جونپور میں یہ مشہور تھا اور بہت سے واقعات لوگوں کو ایسے پیش بھی آچکے تھے کہ اس مسجد میں جنّات کا قبضہ ہے کسی کی قدرت نہ تھی کہ رات کو اُس احاطہ میں ٹھیر سکے لیکن سات سال برابر آپ وہیں قیام پذیر رہے۔ شروع شروع میں تو کچھ ایسی حرکات پیش آئیں مثلاً کوئی سامان لوٹا گلاس یا اَور کوئی چیز حجرہ سے باہر رکھدی حالانکہ قفل حجرہ بند ہے۔ اور آپ نے اس کو اندر ہی رکھا تھا۔ یا حجرہ کو قفل لگاکر تشریف لے گئے آکر دیکھا کہ بستر یا بکس حجرہ سے باہر دروازہ کے سامنے رکھا ہے۔ اور قفل بدستور بند ہے۔ لیکن چند ہی روز میں ایسے مطیع ہوگئے کہ نمازِ تہجّد کے لئے آپ کے پیر کا انگوٹھا ہلا کر اُٹھانے لگے۔ اور کسی قسم کی کوئی حرکت پھر ظاہر نہ ہوئی۔

ایک مرتبہ سردی کے ایّام میں تمام شب آپکو مسجد کی جانب سے کراہنے کی آواز آتی رہی آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید محلّہ میں کسی کو تکلیف ہو اُس کے کراہنے کی آواز آتی ہے۔ صبح صادق سے پہلے کسی شخص نے آپ کے حجرہ کی زنجیر ہلائی۔ آپ نے دروازہ کھولا تو ایک سفید پوش صاحب سلام کے بعد کہتے ہیں کہ حضرت جنازہ کی نماز پڑھا دیجئے۔ آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو دیکھا بہت سا مجمع اور ایک جنازہ مردانہ رکھا ہوا ہے آپ سے کہا گیا

نماز پڑھا دیجئے۔ آپ نے نمازِ جنازہ پڑھا دی اور حجرہ کی طرف تشریف لے چلے لیکن لوٹ کر جو دیکھا نہ وہاں جنازہ تھا اور نہ ہی کوئی آدمی نظر آیا۔

آپ کے تعویذات تیر بہدف تھے بمشکل سے مشکل غیر متوقع کام کے لئے کسی نے تعویذ لیا خدا تعالیٰ نے اُس کی برکت سے وہ کام پُورا فرما دیا بلاد و امصار و مواضعات کوئی جگہ ایسی نہ ہوگی جہاں پر آپ کی شہرت نہ ہو، طالبین اور اصحابِ حاجت اس کثرت سے رجوع ہونے لگے کہ کسی وقت آپ کو فرصت نہ دیتے۔ اور آپ کے ذکر وظائف میں رخنہ انداز ہوتے اس لئے آپ نے عصر سے مغرب تک تعویذات کی تقسیم کے لئے اپنا قیمتی وقت مقرر اور متعین فرما دیا اور بغیر مخصوص وقت کے اندر آنے کی اجازت نہ دیتے۔ اس لئے کہ خود غرض لوگ ایک دم کے لئے بھی آرام نہیں لینے دیتے تھے۔ اگر کبھی طبیعت ناساز ہوئی اور اندر آنے کی اجازت عام دے دی تو بجائے مزاج پُرسی کے تعویذوں کی فرمائش شروع کر دی۔ ایسی حالت میں بھی آپ اہلِ حاجت کی ضرورت کو پُورا فرماتے اور باوجود علالت کے تعویذات مرحمت فرماتے تھے۔ آپ کی طرف عوام و خواص کا میلان اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ روزانہ جابجا سے آپکی طلبی کے خطوط محض زیارت اور برکت حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ اکثر اشخاص جو کسی حرام کام کے لئے تعویذ لینے آتے اور اُس کو جائز صورت میں ظاہر کرتے آپ تعویذ دینے سے صاف انکار فرما دیتے۔ بہت سے آسیب زدہ اور دیوانے زنجیروں میں باندھ کر آپ کے درِ دولت پر لائے جاتے اور شفایاب ہو کر واپس جاتے۔ روزانہ ایک ہجوم اصحابِ حوائج کا آپ کے مکان پر رہتا۔ وقت مخصوص میں ہر ایک کی حاجت کے موافق تعویذ مرحمت فرماتے۔ بعض محض زیارت و دُعا کے طالب

ہوتے اُن کو دُعا اور زیارت سے سرفراز فرماتے۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے فراست ایسی عطا فرمائی تھی کہ ایک نظر میں کھرے کھوٹے کو خوب پہچان لیتے تھے اور اُس میں کامل تمیز فرما لیتے تھے۔

آپ اپنے والد ماجد مرحوم کے شاگردوں پر جن میں دیوبند کے ہندو مسلم کثیر التعداد لوگ تھے نہایت شفقت وعنایت فرماتے تھے صدقہ اور خیرات آپ اس طرح پر فرماتے تھے کہ کسی متنفس کو بھی اس کا علم نہ ہوتا تھا محلّہ کے یتیم بچّے، غریب، مفلس، بوڑھے بچّے جمعہ کو مختلف اوقات میں آتے تھے اور ہر ایک کو اُس کی حسب ضرورت نہایت مخفی طور پر عطا فرماتے تھے۔ اور مساکین طلبہ دارالعُلوم کی مختلف طریقہ سے امداد و اعانت بہت زیادہ فرماتے تھے۔ اِخفا کا لحاظ اس قدر فرماتے کہ بعض اوقات لینے والے کو بھی خبر نہ ہوتی کہ یہ رقم کہاں سے آئی۔ چنانچہ ایک شخص بوجہ غربت و ناداری کے اپنی جوان لڑکی کی شادی کے لئے سخت پریشان تھا اور بوجہ شرم و بدنامی کے کسی سے سوال بھی نہیں کرسکتا تھا آپ سے اُس نے دعا کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے کچھ کپڑا اور نقدی ایک اجنبی شخص کے ہاتھ رات کے وقت اُس کے مکان پر بھجوا دیا اور یہ فرما دیا کہ یہ سامان دے کر فوراً واپس ہو جانا اُس کے سوال کا کوئی جواب نہ دینا۔ غرض اُس اجنبی شخص نے ایسا ہی کیا۔ کئی روز تک وہ غریب لوگوں سے دریافت کرتا رہا کہ کس نے ایسے وقت میں میری مدد کی۔ جب معلوم نہ کرسکا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا کہ نہ معلوم کوئی فرشتہ تھا کہ رات کو آیا اور مجھے کپڑے کا تھان اور کچھ روپیہ دے کر فوراً رخصت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میاں آپ کو اس کی تلاش کی کیا ضرورت ہے کہ کون دے گیا اور کس نے

بھیجے خدا تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی اپنے خرچ میں لاؤ۔ ایسے بہت سے واقعات ہوتے تھے۔

کشف کا یہ عالم تھا کہ آپکی خدمت میں حاضر ہوکر جو خیال کسی کے دِل میں آتا وہ آپ پر اکثر منکشف ہوجاتا۔ بارہا ایسے تجربات پیش آئے لیکن آپ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کرتے تھے کہ میں نے اتفاقیہ ایسا کہدیا ہے یہ خیال نہ کرنا کہ مجھے علم ہوگیا تھا۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک صاحب آپ کے والد ماجد مرحوم کے شاگرد آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے تو مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ ایک پلنگ پر اس طرح تشریف فرما تھے کہ جس طرف تکیہ رکھا تھا اُس طرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جس طرف تہٖ ہوئی چادر پڑی تھی اُس طرف حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی اعظم قدس اللہ سرہٗ سے گفتگو میں مصروف تھے۔

حضرت مفتی اعظم بزرگ اور آپ کے اُستاد تھے اُس شخص کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کیا سبب ہے کہ آپ اپنے اُستاد کے سرہانے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ آپ نے گفتگو روک کر اُس شخص کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا:-

"یہ خیال نہ کرنا کہ میں حضرت مفتی صاحب کے سرہانے بیٹھا ہوں"

اور فوراً ہاتھ سے تکیہ اُٹھا کر بستر کا کسی قدر حصّہ پلٹ کر دکھلایا کہ:-

"دیکھو پائنتی کی طرف میں بیٹھا ہوں"

اور یہ بھی فرما دیا کہ:- "جب تم میرے والد کے شاگرد میرا ادب ولحاظ

کرتے ہو تو حضرت مفتی صاحب تو میرے اُستاذ اور مخدوم ہیں"۔
اُس شخص نے عرض کیا :-

" واقعی یہ وسوسہ دل میں پیدا ہوا تھا"

بسا اوقات جو کوئی غمگین مصیبت زدہ، یا اَور کوئی صاحب غرض کوئی غرض دل میں لے کر حاضر خدمت ہوتا اور بوجہ حاضرین مجلس کے اُس کو بیان کرنے سے رُکا رہتا اور دل ہی دِل میں تنگ ہوتا کہ موقعہ ہی نہیں کیسے ظاہر کروں۔ آپ اپنے ظریفانہ جُملوں میں اُس کی غرض یا غم کا اظہار اِس طور سے فرماتے کہ حاضرین کو شبہ بھی نہ ہو کہ کِس کو فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اسی طرح اُس کی تدبیر اور تسلّی و تشفّی بھی فرما دیتے جس سے صاحبِ غرض کا پُورا مقصد حاصل ہو جاتا۔

اکثر یہ بھی تجربہ ہوا کہ وبا و طاعون میں حکم خدا اور آپ کی برکت سے اہلِ محلّہ اِس موذی مرض سے محفوظ رہتے تھے۔

رُعبِ خداداد اِس قدر تھا کہ کیسا ہی جری باہمّت شخص جب آپکے سامنے پہنچتا خود بخود گردن نیچے ہو جاتی۔ اور طاقت و قدرت نہ ہوتی کہ نظر اُٹھا سکے۔

اکثر لوگ حلقۂ بیعت میں داخل ہونے کی درخواست کرتے تھے لیکن آپ انکار فرما دیا کرتے اور فرما دیتے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی طرف رجوع کرو۔ لیکن جب طلبِ صادق دیکھتے تو بیعت بھی فرما لیتے تھے۔

چنانچہ بہت سے اشخاص کو شرفِ بیعت حاصل ہے۔ بنگال آسام اور کوئی ضلع اور قصبہ یا موضع آپ کے مریدوں سے خالی نہیں۔ سورت کے

تمام علاقے میں اکثر آپ کے مریدین ہیں۔ اور ہر سال آپ سورت کے علاقے میں تشریف بھی لیجاتے ایک ماہ دو ماہ قیام فرماتے۔ ۲۵ سال سی متواتر سالانہ سفر آپ کا اِس علاقہ میں بالتزام رہا۔ اور لاہور بھی آٹھ نو سال تک متواتر سالانہ آپ تشریف لے جاتے تھے۔ اور مولانا کریم بخش صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (کہ جن سے حضرت کا خصوصی تعلق تھا اور اُن سے خط و کتابت بھی بہت زیادہ رکھتے تھے) کے یہاں کئی یوم قیام فرماکر وہاں کے لوگوں کو بھی فیضیاب فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ رنگون کلکتہ۔ چاٹگام۔ نواکھال وغیرہ وغیرہ بھی آپ نے سفر فرمایا۔ اور بہت سے خواہشمندوں کو حلقۂ بیعت میں داخل فرمایا اور برکات وفیوض سے نوازا۔

الغرض درس و تدریس تصنیف و تالیف ارشاد و ہدایت کی سب راہیں آپ نے اپنی حیاتِ مبارک میں قطع فرمائیں۔

سادہ اور بے تکلف طالبعلمانہ صفت کے لوگوں کی صحبت و ملاقات سے بہت خوش ہوتے اور باوجود عالمِ کامل، ہادیٔ خلق ہونے کے جس فروتنی اور کسرِ نفسی سے اپنی زندگی گذاری وہ قابلِ رشک ہے بقول شخصے۔ ؎

قلبِ اہل اللہ کے آرام و چین — حق شناس و پارسا کے نورِ عین
عالمِ بافیض سید متقی — مولوی حاجی میاں اصغر حسین

علالت وصحت

۱۰ محرم ۱۳۲۷ھ سے ۳ صفر ۱۳۲۷ھ تک آپ تپ ولرزہ میں مبتلا رہے۔ علاج حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ طبیب مدرسہ برادر حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا رہا صحت یاب ہو گئے۔

۱۳۲۸ھ میں دیوبند اور اطراف دیوبند میں مرض تپ ولرزہ شروع ہوا اور روزانہ اس میں ترقی ہوتی جاتی تھی۔ کوئی گھر ایسا ہوگا جس میں کوئی بیمار نہ ہو۔ بعض لوگ دو چار روز کے بعد تندرست ہو جاتے تھے بعض کا مرض طویل ہو جاتا تھا۔ دار العلوم میں بہت سے طلبہ بیمار تھے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ سے اس تپ ولرزہ میں مبتلا ہو کر ایک ماہ کامل بیمار رہے۔ علاج و معالجہ بہت کیا صحتیاب ہو گئے۔

۱۳۳۹ھ میں آپ کو آشوب چشم کی شکایت شدید ہوگئی۔ اس کا علاج معالجہ کیا کچھ صحت ہوگئی محرم ۱۳۴۰ھ میں آپ کو مرض استسقا ہو گیا۔ تین ماہ کامل علاج معالجہ کے بعد جمادی الاول ۱۳۴۰ھ میں صحتیاب ہوئے۔ ۱۳۴۱ھ میں پھر یہ مرض استسقا عود کر آیا۔

دوبارہ پھر علاج معالجہ کیا۔ ایام مرض اور تکلیف میں آپ برابر علاج معالجہ بھی کرتے رہتے اور تمام مشاغل درس وتدریس ذکر و شغل تعویذات وغیرہ وغیرہ حسب معمول ادا فرماتے تھے۔ تبدیل موسم کے وقت قریب قریب ہر سال آپ کو موسمی بخار جاڑا آتا رہا۔ کبھی آشوب چشم کی شکایت بڑھ جاتی۔ امراض کے پے در پے حملوں کی وجہ سے آپ کو علاوہ ضعف جسمانی کے ضعف بینائی

بہت ہوگیا۔ ۲۲ر صفر ۱۳۴۲ھ سے آپکو موسمی بخار شروع ہوا۔ ۱۰ر ربیع الاول ۱۳۴۲ھ تک مسلسل آتا رہا اس کے بعد مرض بڑھ گیا ورم جگر و استسقا ہوگیا۔ تین چار مسہل بھی ہوئے اخیر ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں صحت ہوگئی۔

۲۶ر محرم ۱۳۴۵ھ یوم سہ شنبہ کو بعد نماز فجر آپ کے درد گردہ شدید ہوگیا۔ تمام دن سخت تکلیف رہی انجکشن کئے گئے قبل ظہر کچھ سکون ہوا ضعف بہت بڑھ گیا۔ شعبان ۱۳۴۵ھ میں جگر بڑھجانے کی تکلیف رہی اور آشوب چشم کی شکایت زیادہ ہوگئی بعد علاج صحت ہوگئی۔

۲۲ر صفر ۱۳۵۴ھ یوم یکشنبہ بوقت آٹھ بجے صبح دورہ ریاحی درد شدید کا پیش آیا۔ درد متصل قلب تھا۔ اُمیدِ حیات منقطع ہوگئی تھی۔ انجکشن اور پلاستر اور پینے کی دوائیں کیگئیں کوئی فائدہ رُونما نہ ہوا۔ دو گھنٹہ متواتر یہ درد رہا اور سخت بے چینی اور کرب کی حالت میں بھی اللہ اللہ زبان سے فرماتے رہے۔ ضروری وصایا اور نصیحتیں بھی فرمادیں۔ دو گھنٹہ کے بعد قدرے تخفیف ہوئی لیکن بوجہ سخت تکلیف ہونیکے قوت بالکل سلب ہوگئی تھی اور بہت ہی نحیف و کمزور ہوگئے۔ بوجہ ضعف اور گرمی شدید کے ۱۳ر ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کو شملہ تشریف لے گئے۔ دس بارہ روز قیام فرماکر واپس تشریف لے آئے۔

۱۳۵۴ھ میں ڈاڑھ میں درد شدید ہوا دو ڈاڑھیں نکلوادی تخفیف ہوگئی۔ اِس سال میں مختلف اوقات میں درد ڈاڑھ لاحق ہوا۔ ۱۹ر شعبان کو دہلی میں سب ڈاڑھیں دائیں جانب کی نکلوادی۔

۲۲ر رجب ۱۳۵۶ھ بوقت آٹھ بجے شب دفعۃً درد شدید فم معدہ میں ہوگیا۔ سرد پسینے آنے اور نبض ساقط ہونے لگی۔ دس پندرہ منٹ کے

بعد حالت درست ہوگئی۔ ضعف پر ضعف بڑھتا رہا۔

۱۳۵۹ھ میں درد گردہ کا دورہ شدید ہوا انجکشن کے بعد کچھ سکون ہوا ضعف بڑھتا رہا۔ بینائی بہت کمزور ہوگئی۔

سلسلۂ مرضِ وفات

شوال ۱۳۶۲ھ میں راندیر کے قریب ہتورن ضلع سورت سلیمان اسحٰق بھولات کے مکان پر قیام پذیر تھے کہ شدید درد گردہ کا حملہ ہوا۔ اُمیدِ زیست منقطع ہوگئی ایک شب و روز کے بعد افاقہ ہوا لیکن اس درد نے رہی سہی سب قوتِ جسمانی سلب کر دی اب صرف ہمت اور قوتِ روحانی باقی رہ گئی وہاں سے راندیر واپس آکر قیام کیا پھر اسی حالت میں دہلی اپنے مخلص حاجی شیخ محمد عمر صاحب مرحوم کے بڑے فرزند جناب شیخ محمد صدیق صاحب کے مکان پر قیام پذیر رہے۔ علاج معالجہ ہوتا رہا۔ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ سے اختلاج قلب کے دورے شانوں اور بازوؤں میں درد شروع ہوگیا۔ مختلف قسم کے ڈاکٹری یونانی ویدک اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے انجکشن لگائے گئے اور جناب شیخ محمد صدیق صاحب نے ہر قسم کے علاج کرا کرا اپنی آرزو پوری کی اور سب طرح سے خدمت بجا لاکر بہبودئ دارین حاصل کرتے رہے کچھ ذرا سکون ہوا۔ دیوبند تشریف لائے ایک ہفتہ قیام کرکے شدتِ گرمی کی وجہ سے قصدِ سفر کیا۔

غرض تمام سال ۱۳۶۳ھ ان ہی امراض میں مبتلا رہے لیکن خدا داد ہمت اور روحانی قوت سے اسی حالت میں منصوری دہرہ دون ڈکسولی اور شملہ اور دیگر مختلف مقامات کے آخری سفر فرما کر ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ کو دیوبند واپس تشریف لائے تین چار روز دیوبند قیام فرما رہے طبیعت بحالہ اور مرض ضعف بدستور تھا کہ

۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ کو بارادۂ راندیر دیوبند سے روانہ ہوکر دہلی جناب شیخ محمد صدیق صاحب کے یہاں قیام پذیر رہے۔ عید سے قبل ارادہ راندیر پہنچنے کا تھا۔ لیکن زیادتی تکلیف کی وجہ سے نہ جا سکے۔ عید بھی دہلی میں گذاری۔ اس کے بعد راندیر تشریف لے گئے۔ علاج معالجہ بدستور جاری رہا۔ وہاں سے بمبئی تشریف لے گئے۔ یونانی ڈاکٹری علاج کیا۔ اسی حالت میں بڑگھا، پونا، کاٹھیاواڑ وغیرہ تشریف لے گئے۔ پھر راندیر اپنی جائے قیام سیٹھ اسمٰعیل غلام حسین سورتی صاحب کے مکان پر تشریف لائے باوجود ہر قسم کے علاج کے مرض بدستور رہا اور ضعف بڑھتا ہی رہا۔ سیٹھ صاحب موصوف اور اُن کے برادران واہل وعیال نے ہر قسم کی اور حد درجہ کی شب وروز خدمت کر کے سعادت دارین حاصل کی۔ اور مولانا ابراہیم صاحب اور قاسم بہام اور اسمٰعیل بانسیہ اور حافظ علی منصور راندیری بھی اکثر اوقات حاضر رہتے اور خدمت بجالاتے رہے۔

باوجود ہر قسم کے علاج کے ضعف و مرض ترقی پذیر ہی رہا۔ آخر بفحوائے ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید زجام دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان

۲۲ر محرم الحرام ۱۳۶۴ھ مطابق ۸ر جنوری ۱۹۴۵ء یوم دوشنبہ بوقت اذان ظہر اس دار فانی سے دار آخرت کو سفر فرما گئے۔ اور موت الغربت کی فضیلت حاصل فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

راندیر کے گرد ونواح میں یہ خبر حسرتناک پھیل گئی۔ سورت کے گرد ونواح کے لوگ جمع ہو گئے۔ اور شب کے دس بجے اس خزینۂ علم وعمل

اور مجسمۂ زہد وتقویٰ کو بحالتِ غریب الوطنی راندیر کے قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

وفات سے دس پندرہ روز پہلے یہ بھی فرمایا کہ وطن واپسی کا ارادہ کرتا ہوں لیکن راندیر کی زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ اور تین چار روز پہلے کئی شخصوں سے یہ بھی فرمایا کہ پیر کے دن تو چلنا ہی ہے۔ لیکن اُس وقت کوئی اس کا مطلب نہ سمجھا تھا کہ کہاں جانے کو فرما رہے ہیں۔ پیر کے روز بھی صبح کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی۔ دس بجے تک بعض لوگوں کو تعویذ بھی دئے ۱۲ بجے مولانا ابراہیم صاحب اور حافظ صالح صاحب اور چند اصحاب اور ڈاکٹر حاضرِ خدمت تھے۔ باتیں کر رہے تھے سیٹھ اسمٰعیل صاحب سورتی ڈاکٹر صاحب سے کچھ انجکشن کے متعلق کہہ رہے تھے کہ دفعۃً حرکتِ قلب بند ہوگئی اور پانچ منٹ کے اندر واصل بحق ہوگئے۔ اور ۶۹ سال ۳ ماہ ۱۴ یوم کی عمر میں اس دُنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات[1]

ہمیشہ آپ وضو کرنے کے بعد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر پڑھتے تھے۔

---

[1] حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمولات کا اکثر و بیشتر حصّہ مع اضافہ فوائد و ترکیب اور اوفات کے عامّۃ مسلمین بالخصوص مریدین متوسلین کی خیر خواہی اور آسانی کے لئے اپنی حیات میں مرتّب فرما کر شائع بھی کرا دیا تھا جو "نصیحۃ المخلصین" کے نام سے موسوم ہے۔ حال ہی میں دار الکتب العزیزیہ دیوبند نے اس رسالہ کو مع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شجرات اور بیعت نامہ کے جدید ترتیب کی ساتھ طبع کرایا ہے۔ اُس کو ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت تین آنے (۳/)

آپ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی ایک مرتبہ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار پڑھا کرتے تھے۔ اور سنّت و نوافل سے فارغ ہو کر کبھی تین تین مرتبہ اور کبھی سات سات مرتبہ قُلْ ھُوَاللّٰہ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس (پوری سورتیں) بھی پڑھتے تھے۔

آپ روزانہ صبح کی نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار سات مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس مرتبہ یا کبھی اکیس مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ سو مرتبہ۔ اور درود شریف سو مرتبہ روزانہ پڑھتے تھے۔ اور سورہ یٰسین شریف اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ بھی روزانہ پڑھا کرتے تھے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم تین مرتبہ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم تین مرتبہ۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پوری پوری سورتیں تین تین مرتبہ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن تین مرتبہ۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا تین مرتبہ۔ اور درود شریف تین مرتبہ۔ صبح کی نماز کے بعد ان دعاؤں اور سورتوں کو پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کر کے اپنے تمام جسم پر ہاتھ پھیر لیتے تھے اور سورج نکلنے کے بعد چار رکعت نفل بھی پڑھا کرتے تھے۔

اور جمعہ کے روز سورہ کہف بھی ایک مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

مغرب کی نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ سات مرتبہ پڑھتے اور صلوٰۃ الاوّابین چھ رکعت نفل دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے۔ اور وہ صورتیں اور دعائیں جو ہاتھوں پر دم کرنے کی مذکور ہوئی اُن کو مغرب کے بعد بھی اُسی طریق سے پڑھتے تھے اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ بھی روزانہ مغرب کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور سورہ واقعہ بھی بالالتزام پڑھتے رہے۔

ظہر کی نماز کے بعد حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ بھی ۷۰ مرتبہ پڑھتے تھے اور سورہ رحمٰن ایک مرتبہ اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بھی سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

عصر کی نماز کے بعد آیت الکرسی ایک مرتبہ اور تسبیح فاطمہ رضؓ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتے اور سورہ عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ بھی پڑھتے۔ اِس کے بعد حسب معمول تعویذات تقسیم فرمانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

عشاء کی نماز کے بعد آپ ہمیشہ سورہ مُلک یعنی تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ بھی ایک مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ سو مرتبہ اور درود شریف سو مرتبہ اور آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۵ سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

صلوٰۃِ تہجّد

آپ ہمیشہ شب کے آخری حصّہ میں مشغول ذکر و شغل اوراد و وظائف رہتے تھے اور صلوٰۃِ تہجد بھی روزانہ ادا فرماتے تھے۔ بالخصوص رمضان المبارک میں تو اکثر شب مصروفِ عبادت و ذکر ہی رہتے تھے۔

اور شعبان المعظم کی پندرھویں شب اور رمضان المبارک کی مخصوص راتوں میں تو شاید ہی چند ساعت کے لئے لیٹتے ہوں۔ ورنہ تلاوت و نوافل و درود و ذکر ہی میں تمام شب گذارتے تھے۔

شعبان کی چودھویں پندرھویں کو اور کبھی صرف پندرھویں ہی کو اور ذی الحجہ کی آٹھ اور نو تاریخ کو آپ برابر روزہ رکھتے تھے۔ اور ماہِ شوّال میں برابر چھ روزے رکھتے تھے۔ اور ویسے ہر ماہ میں تین یا پانچ کبھی جمعرات یا پیر کو نفل روزے رکھتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں بوجہ ضعف اور متواتر سلسلۂ امراض کے اکثر معمولات میں تخفیف بھی فرما دی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ اگر کوئی ہمسایہ یا رشتہ دار۔ یا کوئی اور واقف و ملاقاتی بیمار ہو جاتا تو اُس کی بیمار پرسی کے لئے اُس کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ اور دُعا و تسلی فرما کر واپس تشریف لے آتے۔ اگر کوئی حاجتمند اور مفلس ہوتا تو دعا اور تسلی کی ساتھ نہایت مخفی طور سے اُس کی مالی اعانت و امداد بھی فرما دیتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو التزام کی ساتھ اپنے تمام وظائف و

معمولات سے فراغت کے بعد اپنے بزرگوں کے قبرستان میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور قبرستان کے احاطہ میں داخل ہونے کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَیَرْحَمُنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔

اور پھر وہاں بیٹھکر اَلْحَمْدُ شریف اور قُلْ ھُوَ اللّٰہ اور سورہ یٰسین شریف اور مختلف سورتیں و آیتیں پڑھکر ثواب پہنچاتے تھے۔

آپ کے بعض بعض مخصوص عملیاتؒ و تعویذات

عمل خاص واسطے شب قدر رمضان شریف اور شب برات یعنی پندرھویں شب شعبان کی بعض بعض لوگوں کو یہ عمل بھی بتلایا کرتے تھے۔

نوافل میں سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا اوّل رکعت میں۔ سورہ لِاِیْلٰف، دوسری رکعت میں۔ اسی ترکیب سے آٹھ نوافل پڑھے۔

سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا خارج عن الصّلوٰۃ اکتالیس مرتبہ پڑھے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ یکصد مرتبہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ۔ یکصد مرتبہ۔

اور حسب طاقت و قدرت قرآن شریف پڑھے نوافل پڑھے۔

ؒ آپ کے تعویذات و عملیات مجربہ کا بہت کافی ذخیرہ ہے جن کو کسی وقت بصورت رسالہ انشاء اللہ شائع کیا جائے گا۔ سید اختر حسین عفا عنہ۔

اور ذکر کرے اِس کے بعد دُعا واسطے خاتمہ بخیر اپنے کے اور واسطے وسعتِ رزق اور علم وعمل کے اور دُعا واسطے عزیز واقارب و مشایخ واساتذہ واحباب کے کرے۔

تعویذ جواہر الاکسیر

۷۸۶

۴۴۷	۴۵۰	۴۵۳	۴۴۰
۴۵۲	۴۴۱	۴۴۶	۴۵۱
۴۴۲	۴۵۵	۴۴۸	۴۴۵
۴۴۹	۴۴۴	۴۴۳	۴۵۴

ہر قسم کے امراض میں مختلف تراکیب سے اس تعویذ کو تقسیم فرماتے تھے۔ ایک تعویذ سات کنوؤں کے پانی میں دھو کر سات روز پلانے کو اور ایک گلے میں باندھنے کو مرض طویل ہو تو تین تعویذ اکیس روز پلانے کے لئے دیتے تھے۔

اُمّ الصبیان کے واسطے۔ اختلاجِ قلب کے واسطے تپِ دق کے واسطے اِس ترکیب سے کہ تعویذ کے اُوپر سچے موتی (مروارید ناسُفتہ) تین عدد رکھ کر روئی لپیٹ کر پھر کپڑے میں سی کر گلے میں باندھیں اور پلانے کے تعویذ زعفران سے یا سیاسی سے لکھ کر صرف ایک تعویذ سات یوم پینے کو دیتے۔ یا تین تعویذ اکیس روز پلانے کے لئے عطا فرمایا کرتے تھے۔ امراض کے لئے یہ عبارت تعویذ کے نیچے لکھ دیتے تھے۔

"تحفظہ وتشفیہ من الاسقام"

ہر قسم کی بواسیر کے لئے یہی تعویذ ہرن کی سفید جھلّی پر جو مثل کاغذ

کے عمدہ ہو لکھکر جمعرات کے روز دائیں بازو پر باندھنے کو مرحمت فرماتے تھے پھر دوسری جمعرات کو بائیں بازو پر دائیں بازو سے کھول کر باندھنے کو فرماتے اِسی طرح سات جمعرات تک ردّوبدل کرنے کی ہدایت فرماتے کہ اس طرح ساتویں جمعرات کو دائیں بازو پر آجائے گا۔ پس پھر نہ بدلا جائے۔ اور داہنی بازو پر باندھے رہے۔

واسطے محبت درمیان زوجہ اور شوہر کے دو تین تعویذ زعفران سے یا سیاہی سے لکھکر شوہر کو پلانے کے واسطے اور ایک تعویذ عورت کی بازو پر باندھنے کو اور ایک تعویذ شوہر کے تکیے میں رکھنے کو مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ اور اگر عورت ناراض ہوتی تو عورت کے پلانے کو اور شوہر کی بازو پر باندھنے کو اور عورت کے تکیہ میں رکھنے کو عطا فرماتے۔ اور جب تعویذ حُب کے لئے دیتے تو تعویذ کے نیچے نام طالب و مطلوب کا اس طرح تحریر کردیتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ قَلِّبْ نام مطلوب عَلٰی حُبِّ نام طالب۔ یَامُقَلِّبَ القُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ۔

اوراسی مذکورہ بالا جواہر الاکسیر تعویذ کو فتح مقدمہ اور نوکری کے واسطے بھی مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ اس ترکیب سے کہ پانی کے کنارے پر کھڑے ہوکر پیر کے روز یا جمعرات کے روز سبز کپڑے میں سی کر دائیں بازو پر باندھے۔ اور سات گولی آٹے کی بناکر پانی میں ڈالدے۔ اس مطلب کے لیئے تعویذ کے نیچے یہ عبارت لکھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ نام اُس شخص کا وَعَزِّزْہٗ وَارْزُقْہٗ وَکُنْ لَّہٗ نَصِیْرًا۔

اور واسطے استقرارِ حمل کے بھی یہی تعویذ زعفران سے لکھکر ناف پر لٹکانے

کومرحمت فرمایا کرتے تھے۔

۷۸۶

۱۱۲	۱۱۵	۱۱۸	۱۰۵
۱۱۷	۱۰۶	۱۱۱	۱۱۶
۱۰۷	۱۲۰	۱۱۳	۱۱۰
۱۱۴	۱۰۹	۱۰۸	۱۱۹

اِس تعویذ کوبھی اکثر تمام امراض کے واسطے گلے میں باندھنے اور دھوکر پلانے کے لئے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

اور ذہن کے لئے بھی زعفران سے لکھکر سات روز پلانے کو اور ایک تعویذ اُسپر تین سچے موتی رکھ کر گلے میں باندھنے کو دیتے تھے۔

اور واسطے مقدمہ اور مصیبت کے یہی ایک تعویذ بازو پر باندھنے کو اور آیتِ کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔

۷۸۶

۱۹۶	۱۹۹	۲۰۲	۱۸۹
۲۰۱	۱۹۰	۱۹۵	۲۰۰
۱۹۱	۲۰۴	۱۹۷	۱۹۴
۱۹۸	۱۹۳	۱۹۲	۲۰۳

یہ تعویذ آپ بخار کے واسطے گلے میں باندھنے کو اور دھوکر پلانے کو دیا کرتے تھے۔ اور اختلاجِ قلب اور ہولِ دل کے واسطے بھی گلے میں باندھنے کو عطا فرمایا کرتے تھے۔

بھاگے ہوئے اور گمشدہ کے لئے بھی یہ تعویذ لکھکر نیچے اُس کا نام
اور اُس کی والدہ کا نام لکھکر سُرخ کپڑے میں سی کر گرم جگہ (چولھا تنور)
میں دفن کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔
اُعِیْذُ لَکَ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ ھَامَّۃٍ
وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔
بچوں کو نظر بد اور ڈرنے کی صورت میں یہ دُعا کاغذ پر لکھکر گلے
میں ڈالنے کے لئے دیا کرتے تھے۔
اور یہی دُعا اور معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ
بِرَبِّ النَّاسِ پُوری پُوری سورتیں پڑھکر بچوں پر دَم فرمایا کرتے تھے۔
اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ اول اور
آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ واسطے ادائے قرض کے
ایک سو ستر مرتبہ روزانہ پڑھنے کو بتایا کرتے تھے۔
ذہن اور حافظہ کے واسطے یہ آیت شریفہ زعفران سے چینی کی رکابی پر
لکھکر جمعہ کے روز طلوعِ آفتاب سے پہلے پانی سے دھوکر ایک قطرہ شہد
ڈال کر پینے کے لئے دیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ
مَا الْکِتَابُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنَاہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ
حصولِ مقاصد اور حلِّ مشکلات درود تنجینا تیرہ سو تیرہ مرتبہ
روزانہ چالیس روز بلا ناغہ پڑھنا بھی بتلایا کرتے تھے۔

عورت کے دودھ کی زیادتی کے لئے سفید زیرہ پر اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ پوری سورت چالیس مرتبہ اور یَا رَزَّاقَ الطِّفْلِ الصَّغِیْرِ چالیس مرتبہ دَم کرکے عورت کو کھلانے کے لئے دیا کرتے تھے۔

یہ تعویذ اکثر ترقیِ رزق اور افزائشِ مشاہرہ و نوکری کے لئے داہنے بازو پر باندھنے کو دیا کرتے تھے۔

۷۸۶

۱۱۴	۹۴	۱۲۲
۱۱۸	۱۱۰	۱۰۲
۹۸	۱۲۶	۱۰۶

۷۸۶

۱۶	۱۱	۱۸
۱۷	۱۵	۱۳
۱۲	۱۹	۱۴

ھ ھ ھ ھ ھ ھ ھ ھ ھ

ک ک ک ک ک ک ک ک

یہ تعویذ دردِ سر کے لئے لکھ کر سر میں باندھنے کو مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

۷۸۶

ح ۸	و ۶	د ۴	ب ۲
ب ۲	د ۴	و ۶	ح ۸
و ۶	ح ۸	ب ۲	د ۴
د ۴	ب ۲	ح ۸	و ۶

معمولی آسیب زدہ و اثر والے کو یہ تعویذ لکھ کر ایک گلے میں باندھنے کے لئے اور ایک تعویذ کا فلیتہ بنا کر روئی لپیٹ کر چراغ میں تیل ڈال کر جلانے کو دیا کرتے تھے۔

۷۸۶

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

اسقاطِ حمل کا اندیشہ ہونے کی صورت میں یہ تعویذ لکھ کر حاملہ کی ناف پر باندھنے کو دیا کرتے تھے۔

۷۸۶

ح ع هوامام ه هدل اود ه هو
دس ای ع الحا و لا ا ه ردود ار د
مر ه اه اصل الا ه ن ممار ه بو کا و ه
صلع سوان ه کا ه ه ه ا ه ه د لور فتح

یہ تعویذ لکھ کر برائے دفعِ اطفال گلے میں باندھنے کو دیا کرتے تھے۔

اگرچہ آپ کے عملیاتِ بیش بہا اور تعویذاتِ مجربہ کا کافی ذخیرہ موجود ہے لیکن سب کا استیعاب مقصود نہ تھا اس لئے بعض بعض کو نقل کر دیا گیا ہے۔

ملفوظات وارشادات

اللہ والوں کی صحبت میں چند منٹ بیٹھنا اور اُن کی زیارت و ملاقات سے شرافت حاصل کرنا بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اِسی لئے بہتر ہے کہ اُن کے معمولی کلمات اور سادہ الفاظ میں وہ نور و ہدایت و برکت ہوتی ہے کہ جو بہت بڑی بڑی فصیح و بلیغ تقریروں میں بھی نہیں ہوتی۔ اور عقیدہ کی اصلاح اور اعمال کی درستی اُن کی صحبت اور نظر و توجہ سے بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات اِن حضرات کا ایک جملہ بھی انسان کو صحیح راستہ پر لگا دیتا ہے۔ حقیقت میں اہل اللہ کے کلمات کسی حال میں بھی فوائد سے خالی نہیں ہوتے۔ اس لئے مختصراً حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و ملفوظات بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

ارشاد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں بسلسلۂ کلام آیتِ کریمہ (مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ) پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "جو چیزیں تمہارے پاس ہیں وہ سب فنا ہونے والی ہیں اور جو چیزیں اللہ کے پاس ہیں باقی رہنے والی ہیں"۔ اور فرمایا کہ عام طور پر لوگ اِس کو مال و متاع اور دولت و سامان پر مقصور سمجھتے ہیں لیکن الفاظ قرآن کے عام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کل احوال واوصاف اور حوادث و عوارض کا یہی حال ہے کہ سب گذشتنی وگذاشتنی اور سریع الزوال ہیں جیسے ہمارے مال و متاع کا کوئی قرار و قیام نہیں۔ اسی طرح دوستی دُشمنی، رنج و خوشی، غصّہ و رضا جو کچھ دُنیا کے لئے ہو سب کا یہی حال ہے

کہ اس کی کوئی بُنیاد نہیں ۔ اس لئے نہ کسی کی دوستی اور مہربانی پر پورا اعتماد و اطمینان چاہیئے نہ کسی کی دشمنی و ناراضی کا بہت زیادہ اثر لینا چاہیئے ۔ نہ دُنیا کی کوئی راحت و خوشی اس قابل ہے کہ اس میں انسان مست ہو جاوے ۔ اور نہ کوئی بڑے سے بڑا غم اس قابل کہ اُس میں مایوس بیدل ہو جاوے کہ یہ سب خود ختم ہو جانے والی چیزیں ہیں ۔

ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات کسی خاص مضمون کو کسی خاص عنوان سے تعبیر کر دیا جاتا ہے اور کلام میں اقرار و انکار کا مدار اُس اصل مضمون پر ہوتا ہے عنوان کی طرف التفات نہیں کیا جاتا جو اس حقیقت سے واقف نہ ہو وہ کلام کو اُسی خاص عنوان کے ساتھ جوڑتا ہے اور شبہات و اشکالات میں پڑتا ہے ۔ مثلاً شب برات کے متعلق حدیث میں ہے کہ جب آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے قبرستان کی طرف تشریف لے چلے اور صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر میں اُس شب رونق افروز تھے آپ کو گھر سے باہر جاتے ہوئے دیکھکر بمقتضائے "عشق است و ہزار بدگمانی" یہ وسوسہ آپ کے دل میں پیدا ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری بی بی کے گھر تشریف لے جاتے ہیں آہستہ آہستہ وہ بھی آپ کے عقب میں ساتھ ہو لیں ۔ مگر وہاں تو کار ہاہی اَور تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قبرستان میں تشریف لے گئے ۔ اور اموات مسلمین کے لئے دُعا و استغفار وغیرہ فرمایا ۔ پھر جب واپس ہونے کا ارادہ ہوا تو صدیقہ عائشہ رضہ جلدی کر کے آگے بڑھیں کہ آپ سے پہلے مکان میں پہنچ جاویں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس نقل و حرکت اور اُس کے منشا کو محسوس فرمالیا اور اور حضرت صدیقہ رضہ سے بایں الفاظ خطاب فرمایا ۔ اَظَنَنْتِ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَرَسُوْلُہٗ جس کا ترجمہ یہ ہے "کیا تمہیں گمان ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔" اِس کے جواب میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں "نَعَمْ" یعنی ہاں مجھے یہ گمان تھا۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اُس طرف سے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کے گمان کا سوال ہے اور اِس طرف سے اس کا اقرار۔ جو اگر ظاہری الفاظ ہی پر رکھا جائے تو صریح کفر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِس جگہ "ظلم" کا لفظ ایک خاص معنے مجازی کی تعبیر ہے وہ یہ ہے کہ ایک بی بی کی نوبت میں دوسری بی بی کے گھر جانے کا ارادہ اسکو لفظ "ظلم" سے تعبیر کر دیا گیا۔ صدیقہ عائشہ رضؓ کا اقرار اسی اصل مضمون کے متعلق ہے۔ لفظ "ظلم" کی طرف التفات نہیں۔ اب اِس کو سمجھنے کے بعد کوئی اشکال نہیں رہتا۔

ارشاد ایک مجلس میں فرمایا "دنیا و مافیہا" فانی ہیں اصل مقصود ہے حیاتِ اُخروی۔ اور اس کا مدار ہے قربِ خداوندی۔ جس قدر قربِ خداوندی ہوگا اُسی قدر حیات اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ اور قُرب حاصل ہوتا ہے اعلیٰ خصائل حاصل کرنے سے اور رذائل و اخلاقِ ذمیمہ کو دُور کرنے سے۔ تو حیاتِ آخرت اور قُربِ خداوندی اُسی درجہ کا حاصل ہوگا جس درجہ آدمی اوصافِ ذمیمہ سے پاک ہوگا۔ اور جس قدر اُس میں نقصان ہوگا اُسی قدر وہ حیاتِ آخرت جس کی جابجا بشارت دی گئی ہے اور قرآن مجید میں اُس کی بھلائی کو بیان کیا گیا ہے ضعیف و ناپائیدار ہوگی۔

ارشاد ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم سے پہلے عام لوگوں میں گو علم اتنا نہ تھا جتنا اب ہے۔ لیکن ایمان کی قوت اور ملکاتِ فاضلہ ایسے تھے جو آج بڑے

بڑے علماء و صوفیاء کو بھی بمشکل حاصل ہوتے ہیں اسی سلسلہ میں کچھ آپ نے اپنے والد مرحوم کے اور کچھ اپنے پیر و مرشد روشن ضمیر حضرت سید محمد عبد اللہ شاہ عرف منّا شاہ صاحبؒ کے حالات سُنائے اور فرمایا کہ ایک روز حضرت میانجی منّا شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کوئی صاحب حاضر ہوئے دریافت کرنے لگے کہ "حضرت آپ کے کوئی بچّہ بھی ہے" فرمایا "ہاں الحمد اللہ کئی ہیں" اُسنے عرض کیا کہ کہاں ہیں؟ بیساختہ فرمایا "جنّت میں ہیں" جیسے عام طور پر کہہ دیا جاتا ہے "گھر میں ہیں یا بازار گئے ہیں"

ارشاد حضرت میانصاحب رحمہ اللہ نے ایک روز فرمایا کہ آج گھر سے مدرسہ جاتے ہوئے ایک تماشہ دیکھا کہ محلہ کوٹلہ میں کنویں کے قریب کچھ لڑکیاں جمع تھیں جو جنگل سے گوبر جمع کر کے لائی تھیں اور یہاں بیٹھکر اس کی تقسیم میں اس طرح مشغول تھیں کہ جیسے کسی جائداد کی تقسیم ہو رہی ہو ذرا ذرا سی مقدار پر لڑ رہی تھیں ہم بھی اُن کا تماشہ دیکھنے کو ایک دو منٹ کھڑے ہو گئے تو معًا حق تعالیٰ نے ایک بڑی حکمت و عبرت قلب میں ڈالی کہ ان لڑکیوں کے گوبر پر لڑنے کو ہم بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے اور ہنستے ہیں کہ یہ کیسی نجاست و غلاظت پر لڑ رہی ہیں۔ لیکن اگر حق تعالیٰ ہماری آنکھیں کھول دیں اور صحیح بصیرت عطا فرمادیں تو یقین ہو جائے کہ ہم سب جس بڑی سے بڑی دولت یا عزّت و وجاہت کے لئے باہم برسرِ پیکار ہوتے ہیں اور خاندانوں اور نسلوں میں جنگ و جدل کے سلسلے چلتے ہیں قتل و غارت تک کی نوبتیں آجاتی ہیں ان سب چیزوں کی حقیقت بھی اس گوبر سے زیادہ نہیں۔ اور اللہ والوں کی نظر میں ہماری لڑائی ان لڑکیوں کی لڑائی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ارشاد ایک روز بسلسلۂ کلام فرمایا کہ دارومدار ساری ولایت و بزرگی کا اتباع ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا رضوان اللہ علیہم اجمعین جس قدر تقویٰ اور خشیۃ اللہ ہوتا ہے اُسی درجہ معرفت حق تعالیٰ پیدا ہوتی ہے یعنی جس درجہ معرفت ہوگی اُسی درجہ خوف و خشیۃ بھی ہوگا۔ اور جب مضمون اپنی خاکساری اور عاجزی کا دِل میں جم جاتا ہی اور عظمت وجلالِ خداوندی پیشِ نظر ہوتی ہے تو تمام خیالات و توہماتِ فاسدہ دِل سے خود بخود نکل جاتے ہیں۔ اور انعامات بے قیاس اُس طرف سے طاری ہوجاتے ہیں۔

اور فرمایا کہ انسان کے سارے شبہات و اشکالات کی بنیاد بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان نسبت کا معلوم نہ ہونا ہے یہ نسبت منکشف ہوجائے تو نہ عقیدہ کا کوئی اِشکال باقی رہے نہ معاملہ کا۔

ارشاد ایک مرتبہ فرمایا کہ بعض لوگوں کو باوجود شریعت سے انحراف اور عدم توجہ کے طریقت کا دعویٰ اور جنون ہوتا ہے حالانکہ شریعت اور طریقت دو چیز نہیں اور مقصود دونوں کا واحد ہے۔ یعنی خصائلِ ذمیمہ اور افعالِ قبیحہ کی جڑ کاٹ کر خصائلِ حمیدہ اور افعالِ حسنہ کی جڑ جمانا۔

اور فرمایا شریعت وہ ہے کہ جس میں اثر ظاہر نہ ہو اور طریقت میں مادہ ہی نہ رہے اور پھر ظہورِ اثر نہ ہو۔ مثلاً ہمارے اندر غیبت کی اعلیٰ درجہ کی محبت ہے اور غیبت سُننے سے دِل بھی خوش ہوتا ہے اور نفس کو لطف بھی آتا ہے۔ ایسے ہی اعلیٰ درجہ کی حرص ہے، حسد ہے۔ اگر ہم نے طبیعت پر جبر کر کے غیبت سے خاموشی اختیار کی۔ مالِ حرام نہ لیا،

چوری نہ کی، دھوکا نہ دیا اور حرص و غیبت کا اظہار نہ ہونے دیا تو یہ شریعت میں کافی ہے۔ اور طریقت میں ضروری ہے کہ اس مادّہ ہی کو نکال دیا جائے۔ محض ظہورِ اثر کو روک دیا تو کیا ہے۔ طبیعت کے اندر تو چور ابھی موجود ہے۔ اس کو بھی نکالو جب مادّہ ہی نہ ہوگا تو ظہورِ اثر کیسے ہوگا اور باوجود طریقت کے شریعت کا خلاف کیسے ہوگا۔ پس جو لوگ شریعت سے منحرف ہو کر طریقت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ باطل و گمراہ ہے۔

ارشاد ایک مرتبہ فرمایا زندگی مستعار راحت و آرام سے بسر ہو۔ یا تنگی و افلاس سے۔ ہر حال میں شکر گذار رہنا چاہیئے۔ دُنیا کی کسی راحت و تکلیف کا کوئی اعتبار نہیں۔ بہت جلد گذر جاتی ہے۔ نہ یہاں کی راحت کو بقا ہے نہ تکلیف کو۔

ارشاد ایک مرتبہ فرمایا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کو جب کسی قوم کی ہدایت اور احیاء منظور ہوتا ہے تو ایک نظرِ خاص اور تجلیِ مخصوص سے کسی ایک فردِ اکمل سے نواز دیا جاتا ہے اور اُس مخصوص بندۂ حق تعالےٰ اور ولیِ بارگاہِ حقیقی کے قلب سے ایک خاص رابطہ اُس جماعت کے قلوب کے لئے پیدا فرما دیا جاتا ہے جن کی حیاتِ حقیقی یعنی ہدایت مقصود و منظور ہوتی ہے جس طرح کہ اس مخصوص و مقبول بندے کو ایک رابطۂ خاصّہ مع اللہ تعالیٰ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے

ارشاد فرمایا۔ بزرگان کا یہ طریقہ تھا کہ اہلِ محلّہ کی خبرگیری کرتے تھے بیکسوں محتاجوں کی ضروریات، سودا سلف لا دیتے تھے۔ ہم سے تو یہ بھی دُشوار ہے کہ اپنے کام کو جائیں تو دوسرے کا کام بھی کرلا دیں یا کسی محتاج

بیکس رانڈ بیوہ کا بازار کا کام کر دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت بڑا بڑا ثواب مقرر فرما دیا ہے۔ کسی کو راستہ بتلا دیا کسی کا بوجھ اُٹھوا دیا۔ یہی صدقہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں کمی نہیں۔ صرف ضرورت ہے طلب صادق اور نیت خالص کی۔

اہلِ علم کا ادب و احترام اور تعلیم و تربیت کا اہتمام

آپ کی عادت شریف تھی کہ ہر شخص سے اُس کے درجہ اور لیاقت کے موافق تعلق و گفتگو اور معاملہ فرماتے تھے جس کی وجہ سے ہر شخص اپنے دل میں یہی سمجھتا کہ میرے ساتھ بہت خاص تعلق ہے بالخصوص اہلِ علم کا بہت زیادہ احترام و لحاظ ادب ملحوظ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک اہلِ علم زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوئے مونڈھے پر بیٹھ گئے اور جیسا کہ آج کل عام عادت ہے کہ ایک پاؤں اُٹھا کر گھٹنے پر رکھ لیتے ہیں اسی طرح بیٹھ گئے چونکہ یہ ہیئت تواضع کے بھی خلاف ہے اور ادب کے بھی۔ اس لئے اگر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ کی مجلس میں کوئی ایسا کرتا تو فوراً آپ متنبہ فرما دیا کرتے تھے لیکن اُنکے علم کا احترام پیشِ نظر تھا کچھ فرمایا نہیں۔ پھر کئی مہینہ کے بعد جب وہ دیوبند آئے اور آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوئے باہر سے اجازت طلب کی۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام دیکھئے فرمایا اجازت ہے بشرطیکہ ٹانگ پر ٹانگ رکھکر نہ بیٹھیں اُن کو اس سے پہلے کسی نے متنبہ نہ کیا تھا اور نہ خود ہی اس کا احساس ہوا تھا اب اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر بہت شرمندہ ہوئے اور جب سامنے آئے تو شرمندگی کے آثار اُن پر نمایاں تھے۔ پھر تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے ایسا بے تکلفی کا معاملہ کیا کہ جس سے اُن کے قلب سے بالکل یہ اثر جاتا رہا۔

نعمائے خداوندی کی قدر و منزلت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ حسنہ میں سے تھا کہ ہر موسم کے پھل وغیرہ اور رس گنّے کی موسم میں کھیر پکوا کر اہلِ محلّہ اور طلباء مساکین اور غرباء کو تقسیم فرماتے اور کھلاتے تھے۔ بالخصوص آموں کی فصل میں بہت زیادہ مقدار خرید کر طلباء کی دعوت فرماتے تھے۔ اور اس کا اہتمام فرماتے کہ آم کے گٹھلی چھلکے ضائع نہ ہوں۔ کیونکہ یہ بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ اور بہت سے کام میں آسکتے ہیں۔ آپ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے کہ چھلکے ایسے موقعہ پر ڈالے جائیں کہ جہاں سے بکری بھینیں گائے وغیرہ جانور گذرتے ہوں تا کہ اُن کی خوراک کے کام میں آویں۔ اور گٹھلیاں ایسے مواقع پر ڈلواتے کہ جہاں سے غریب لوگ اُٹھالیں اور جلا کر کھانا وغیرہ پکانے یا بعض بچّے اوبال کر بھی بہت شوق سے کھاتے ہیں کام میں لاویں۔ چنانچہ ایک مرتبہ بر سبیلِ تذکرہ فرمایا کہ میرا کھانا جو گھر سے آتا ہے جس قدر کھانا ہوا کھالیا باقی ایک آدھ روٹی محلّہ کے کسی غریب کو دے دیتا ہوں۔ اور چھوٹا ٹکڑا بلّی کا حق ہے اُسے کھلا دیتا ہوں۔ پھر دستر خوان پر جو موٹے موٹے ریزے رہجاتے ہیں وہ چڑیوں کے لئے فلاں جگہ رکھدیتا ہوں اُنہیں معلوم ہے وہ آکر کھاجاتی ہیں اور باریک مہین ریزے چیونٹیوں کے بل کے قریب ڈال دیتا ہوں وہ اُٹھالیتی ہیں۔ ہڈیاں وہ کتّوں کے لئے باہر ڈال دیتا ہوں۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ بلا مشقت یہ نعمائے جلیلہ ہمیں عطا فرمارہے ہیں اور ان کا غیر منقطع سلسلہ جاری ہے اسلئے قدر نہیں ہوتی ورنہ ان سب چیزوں کا ذرّہ ذرّہ

بڑی بڑی نعمتیں ہیں اِن کو سرسری سمجھکر ڈال دینا حق شکر کے خلاف ہے، (سبحان اللہ کاملین کی غایتِ نظر کا کسی کو کیا اندازہ ہو سکتا ہے)

ہمسایوں کی رعایت و دلداری

حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہمسایہ اور پڑوسیوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ بسا اوقات اُن کی رعایت و دلداری کی وجہ سے خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے۔ تقریباً آپ نے ساری عمر کچے مکانوں میں گذاری آپ کی نشستگاہ بھی خام تھی اور زنانہ مکان بھی۔ ہر سال اُن کی لپائی اور مرمت میں کافی خرچ بھی کرنا پڑتا تھا اور تمام سامان باہر نکالنا اور پھر اُس کو اُٹھا کر رکھنا نہایت تکلیف دہ تھا۔ ایک روز گھر کا سامان نکلا ہوا باہر رکھا تھا اور خود بھی باہر تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب ملاقات و زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو بسلسلۂ گفتگو اُن سے فرمایا۔ اگر ہم اس خرچ کا حساب لگاؤں جو سالانہ ان کچی دیواروں کی لپائی پر صرف ہوتا ہے تو یقین ہے کہ پختہ مکان بنانا اس کے مقابلہ میں سستا رہے اور یہ تکلیف کہ اپنا اور گھر والوں کا کام حرج کر کے سامان نکالنا اور پھر رکھنا علیحدہ ہی لیکن مجھے یہ لحاظ آتا ہے کہ محلہ میں عام طور پر غریب لوگ آباد ہیں۔ سب کے مکان کچے اور خام ہیں ہم اگر اپنا مکان پختہ بنوالیں تو پڑوسیوں کو حسرت ہوگی کہ ہمارے پاس پیسہ ہوتا تو ہم بھی ایسے ہی مکان بنواتے۔ اس لئے یہ سالانہ تکلیف برداشت کرتا ہوں۔

(نوٹ) بہت عرصہ کے بعد جب محلہ میں بہت سے لوگوں کے مکان پختہ بن گئے اس کے بعد آپ نے اہل و عیال کے حق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے درجہ کے موافق اپنے مکان بھی پختہ بنوا دیئے تھے۔

مکتوبات

(نوٹ) تبرک اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے خاتم المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کے وہ خطوط نقل کئے جاتے ہیں جو حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بزمانۂ قیام جونپور جواباً تحریر فرمائے تھے اس کے بعد میانصاحب رحمہ اللہ کے مکتوبات نقل کئے جائیں گے۔

مکتوب اوّل حضرت شیخ الہند رح

سید الاخوان زید مجدکم۔ بندہ محمود سلام مسنون کے بعد عرض رسا ہے۔ نامہ سامی پہنچا۔ احوال گرامی معلوم ہوئے الحمد للہ کہ آپ اپنی علمی خدمت کو بیکسی کی حالت میں بعزت وقناعت بلا منت انجام دے رہے ہیں۔ مگر ما بعض بیکسی نہایت قابل قدر ہے۔

مبارکباد عید آں دردمند بیکس وکورا	کہ نے کس را مبارکباد گوید نے کسے اورا

میں آپ کی دعا سے اچھا ہوں بعض اطفال شیر خوار اس عرصہ میں انتقال کر گئے۔ خدا کرے زادِ آخرت ہوں۔ بندہ آج بوجہ علالت رفیع ابن مولوی محمد شفیع دہلی آیا ہوا ہے۔ آپ بھی دعا فرماویں۔ باقی خیریت ہے۔ اہلِ مدرسہ اچھے ہیں۔ والسلام فقط بندہ محمود عفی عنہ۔

مکتوب دوم حضرت شیخ الہند رح

برادرِ مخدوم زید مجدکم۔ ناکارہ محمود سلام مسنون کے بعد ملتمس ہے۔ عنایت نامہ جوابی موصول ہوا آپ کی خیریت معلوم ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو مضارِ دارین سے محفوظ ومصئون رکھے۔ دعائے خیر سے گاہ گاہ یاد فرمالیا کیجئے۔ یہاں اب بہت امن ہے مدرسہ واہلِ مدرسہ بحمد اللہ خیریت سے ہیں۔ دیوبند وغیرہ اطراف وجوانب میں

اپنے اہلِ تعارف میں بہت صدمات پیش آئے۔ وَاللہُ الْمُسْتَعَان۔
محمد حنیف اٹاوہ سے روڑکی بدل آئے خیریت سے ہیں۔ بندہ کو چند روز
تپ لرزہ پھر آگیا تھا ہفتہ عشرہ سے طبیعت صاف ہے باقی خیریت ہے۔
والسّلام۔ فقط بندہ محمود عفی عنہ دیوبند دوشنبہ

مکتوب سوم حضرت شیخ الہندؒ

میرے برادرِ مکرّم حق تعالیٰ آپ کو کمالاتِ دارین سے مالامال فرمائے۔ آپ کا کارڈ اِسی وقت ۳ بجے عیدکے روز پہنچکر موجبِ طمانیت ومسرّت ہوا۔

بندہ ابتدائے رمضان میں بیمار زیادہ ہوگیا اور ضعف وخشکی بہت بڑھ گئی۔ اب بحمد اللہ مکرّم مخلص کی دُعا سے مرض میں بالکل افاقہ ہے ہاں ضعف نے نکما کر رکھا ہے۔ اللہ کو منظور ہوگا تو یہ بھی جاتا رہیگا کئی بار آپ یاد آئے کہ رمضان میں کیوں نہیں آئے آج آپ کی تحریر سے وجوہ نہ آنے کی معلوم ہوکر اطمینان ہوگیا۔ انشاء اللہ دوسرے موقع پہ ملاقات ہوگی۔

دیگر متعلقین بھی نوبۃ بنوبۃ بیمار ہوئے اب بفضلِ الٰہی اچھے ہیں دعائے خیر سے یاد فرمائیے۔ مدرسہ میں خیریت ہے سب حضرات خیریت سے ہیں۔ والسّلام فقط۔ بندہ محمود عفی عنہ دیوبند یکشنبہ عید

مکتوبات حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

لہ

۱۔ بعد السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ واضح ہوکہ تہجّد اور تراویح دو مستقل نمازیں مسنون ہیں دونوں کے حالات واحکام جُدا جُدا ہیں۔ دیکھئے۔

تراویح	تہجّد

تہجد ابتدا میں تمام اُمت پر فرض ہوا تھا پھر منسوخ ہو کر نفل رہ گیا رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی۔ تراویح کا اُس وقت وجود بھی نہ تھا۔ جیسا سورہ مزمل سے ثابت ہے۔ (یہ حدیث ابوداؤد میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے)	تراویح ابتدا میں نہ نفل تھی نہ فرض۔ یہ ہجرت کے بعد مسنون ہوئی ہے۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا (کتب حدیث سے واضح ہے)
تہجد کا ثبوت قرآن مجید سے ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے چنانچہ سورہ مزمل اور کتب حدیث شاہد ہیں۔	تراویح کا ثبوت صرف حدیث شریف سے ہے۔ جب صوم رمضان فرض ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض فرمایا ہے اور قیام اس کا نفل اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کا قیام تمہارے لئے مسنون کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ابن ماجہ وغیرہ میں یہ روایات ہیں).
تہجد ہمیشہ آپ نے آخر رات میں ادا فرمایا ہے۔ (روایات مسلم و بخاری سے ثابت ہے)	تراویح کو ابتدائے حصّہ میں پڑھ کر کبھی ثلث رات تک کبھی نصف تک کبھی آخر تک پڑھ کر ختم کیا ہے (روایات ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ وغیرہ)

تہجد میں آپ نے جماعت کبھی نہیں کرائی۔ اگر اتفاق سے کبھی ابنِ عباسؓ وغیرہ آکھڑے ہوئے مضائقہ نہیں ورنہ جماعت پسند نہیں فرمائی۔ تمام صحابہ اپنے گھروں میں تہجد ادا فرماتے تھے۔	تراویح میں لوگوں کو جمع کر کے جماعت مسجد میں ادا فرمائی۔

جب چار وجہ فرق کی بیان ہو چکی تو ہر عاقل اِن دونوں کو جُدا جُدا نمازیں خیال کرے گا۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ تہجد کی رکعات کا عدد اور تعداد روایات میں آئی ہے۔ لیکن تراویح کی رکعات کا اِس طرح روایتوں میں بیان نہیں ہے کہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعات تراویح کی ادا فرمائی۔ لہٰذا اس میں ہم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی سُنّت پر عمل کرنا اور اُن کی پیروی کرنا اور یہ تحقیق کرنا چاہیئے کہ وہ کس قدر رکعات تراویح کی پڑھتے تھے۔

سو علامہ عینی نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیئیس ۲۳ رکعتیں صحابہ پڑھتے تھے۔ یعنی بیس ۲۰ تراویح تین ۳ وتر۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے تراویح کے امام کو بیس ۲۰ پڑھانے کا حکم دیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیس ۲۰ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

اب خیال فرمایئے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بلا انکار بیس ۲۰ رکعتیں پڑھی جاتی سب صحابہ اِسکو قبول کرتے تھے حضرت ابن مسعودؓ خود بیس ۲۰ پڑھتے تھے اور یہ وہ حضرات ہیں جنکی سُنّت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سُنّت ہے اور یہ وہ حضرات ہیں جن کے اتباع اور پیروی کا حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ اب ان کے عملدرآمد اور قبولِ تام کے بعد یہ کہنا کہ تراویح آٹھ ہیں یا بارہ اور بیس رکعت بدعت ہیں۔ کس قدر غلط اور ناانصافی ہے۔

باقی رہی روایت حضرت عائشہؓ کی جس میں گیارہ کا ہمیشہ پڑھنا مذکور ہے اُس سے تہجد مراد ہے۔ کیونکہ سائل نے تہجد ہی کی نماز کا سوال کیا تھا۔ اس کو تراویح کی نسبت قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ تراویح و تہجد دو مستقل مسنون نمازیں ہیں۔ اُمید ہے کہ اس قدر بیان کفایت کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر دعاگو اصغر حسین عفا اللہ عنہ

دیوبند ۲۷ صفر

۲۔ عزیزم مولوی صاحب بحفظ الٰہی باشند۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ آپکی خیریت سے طمانیت ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی یاد سے غافل نہ رکھیں اور معاشِ دُنیوی بھی عطا فرماتے رہیں۔

آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ضرور پڑھا کرو۔ تعبیر درست ہے۔ رنج و غم میں ذکر اللہ کو حتی الوسع ترک نہ فرماویں۔

تہجد کی نماز قضا ہو جائے تو دن کو بوقت چاشت چار رکعت نفل پڑھ لیا کریں۔ صلوٰۃ الضحیٰ کا بھی اور تہجد کا بھی ثواب حاصل ہوگا۔ بوجہ ضعفِ بصر و ضعفِ دماغ تحریرِ خط سے عاجز ہوں۔ آپ کے

یاد فرمانے سے دل کو فرحت واطمینان ہوا۔ آپ بھی کبھی کبھی دُعا میں یاد کرنا یہ عاجز بھی دُعا سے فراموش نہ کرے گا۔

بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ

دیوبند ۸ ربیع الثانی ۔ یکشنبہ

۳ بخدمت گرامی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ موصول ہوا۔ خیریت اور پابندیٔ ذکر اللہ اور اشغال سے فرحت ہوئی ۔ حق تعالیٰ ترقیاتِ دینی ودنیوی عطا فرما دیں ضعفِ بصر بہت ہے اور کام زیادہ ہے ۔ اسلئے جواب میں تاخیر ہوئی ۔ نکاح کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بالغہ عورت اگر اپنے کفو میں نکاح کرے تو بغیر موجودگی اور اجازت ولی کے بھی نکاح ہو جائے گا صرف گواہوں کی ضرورت ہے لیکن اگر غیر کفو میں نکاح کرے تو ہو سکتا ہے جائز اور منعقد ہو جائیگا لیکن شرط یہ ہے کہ ولی کی اجازت حاصل ہو۔ اگر ولی رضامند نہیں ہے تو غیر کفو میں نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا ۔ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ ولی اور سرپرست موجود ہو اور وہی نکاح کرے تب منعقد ہو گا۔ ورنہ یہ نکاح منعقد ہی نہ ہو گا ۔ چاہے اپنے کفو میں نکاح کرے یا غیر کفو میں ۔

نام حق تعالیٰ کا اور ذکر اللہ جو کوئی دریافت کرے بتلا یا کرو۔ واللہ لیعینکم ۔

بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ

دیوبند ۶ رجمادی ۷ راکتوبر

۴ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ

احقر بخیریت ہے ۔ ذخیرۂ خطوط میں عنایت نامہ پڑھا دل کو فرحت

ہوئی۔ آپ کی خوبیاں اور دلی محبت سے خدمت و مروت یاد آتی ہے
ضعفِ بصر اور امراض معدہ و جگر اکثر رہتے ہیں اور مشغولی تعویذات وغیرہ
کی بہت ہے۔

آہ افسوس مولانا سید احمد علی صاحب کا بڑودہ میں انتقال ہو گیا
دوست احباب مرتے جاتے ہیں اب اپنا نمبر آنے والا ہے۔ دُنیا دارالافراق
ہے۔ یہ کتاب[1] روانہ کرتا ہوں جس قدر عمل دُعا اس میں مذکور ہے اُس پر قناعت
کریں۔ جو مقاصد نیک آپ کے دل میں ہیں وہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے
پُورے فرماکر آپ کو راحت بخشیں۔ دعا گو بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ

۱۴ ذی الحجہ یوم جمعہ

۵ السلام علیکم۔ مفصّل خط نہ لکھ سکا افسوس ہے۔ خدا تعالیٰ آپکو بھی
یہ منظر نصیب فرمائے۔ دو ہزار مہذّب اور غیر مہذّب حاجی جہاز کی طرف
دوڑ رہے ہیں۔ ایک پر دوسرا گرتا ہے۔ تخمین ہوتی ہے۔ تمام قواعد تشدد
انتہا پر ہوتے ہیں کیا مجال کہ عزیز و قریب پاس آجائیں۔ اس منزل میں
سب خیالات دل سے کافور ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ منازلِ آخرت کا کیا
حال ہوگا۔ گیارہ بج گئے بہت مددگاروں کے ہمراہ آرام سے جہاز کی طرف
جا رہا ہوں۔ ظاہری سامانِ راحت سب مہیا ہیں۔ فضلِ خداوندی کی احتیاج
ہے۔ قبولیت میں ان فضولیات کو کیا دخل ہے۔ آپ کے لئے دل سے دُعا
نکلتی ہے۔ میرے جو خطوط آویں سب پر لکھدیا جائے کہ حج کو چلا گیا۔ فقط

اصغر حسین عفا اللہ عنہ

۹ مئی

از بمبئی

[1] نصیحۃ المخلصین ۱۲

صدقاتِ جاریہ

حضرت میاں صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے جہاں ہزاروں کی تعداد میں شاگرد عالم فاضل ہیں جو درس و تدریس میں مصروف ہیں جن سے نشر و اشاعتِ علمِ دین کا سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا۔ ایسے ہی آپ کی تصنیفات و تالیفات سے بھی یہ سلسلہ غیر منقطع ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی حیاتِ مبارک میں ایک بہت بڑا وسیع مسافر خانہ عام اپنی مملوکہ زمین میں کچھ اپنے صرفہ اور کچھ بعض اپنے مخلصین و احباب کی امداد و اعانت سے ۱۳۵۳ھ میں بانتظام و نگرانی اپنے محبِّ مخلص حضرت مولانا قاضی مسعود احمد صاحب نائب مفتی دار العلوم دیوبند مع جملہ ضروریات و حاجات کے دو منزلہ پختہ نہایت اہتمام و شان کے ساتھ تعمیر کرا کر وقف فی سبیل اللہ کیا۔

یہ مسافر خانہ دس عدد کمروں اور تین عدد برآمدوں اور تین چار عدد بیت الخلا اور دو عدد غسلخانوں اور بہت وسیع صحن پر مشتمل ہے۔ اور اس مسافر خانہ میں قیام کرنے والوں کی آسانی اور سہولت کے لئے ایک عبادت خانہ بصورتِ مسجد ذکر و شغل، تلاوت و نماز کے لئے بھی بنوا دیا ہے۔

اِس مسافر خانہ کے اکثر حصہ میں مساکین غرباء طلبہ دار العلوم دیوبند

قیام پذیر رہتے ہیں اور باقی حصّہ عام مسافروں کے استعمال کے لئے رہتا ہے۔

اور اِس مسافر خانہ کا بالائی ایک وسیع کمرہ تعلیم دین کے لئے متعین فرماکر اُس میں ۱۳۵۴ھ سے ایک تجربہ کار معلّم حافظِ قرآن تنخواہ دار مقرر کرکے مدرسہ تعلیم قرآن پاک کا اجرا فرمایا۔ اور تمام مسافر خانہ میں روشنی کے لئے بجلی بھی لگوادی۔

مقیمینِ مسافر خانہ کی ضرورت اور سہولت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپکا ارادہ تھا کہ اِس میں ایک نل آہنی (دستی کنواں) لگوادیا جائے اور نیز مدرسہ کے لئے ایک معلّم اُردو کا اضافہ کیا جائے۔ تاکہ بچوں کو قرآن شریف کے ساتھ ساتھ وضو نماز وغیرہ کے طریقے اور دینی رسائل تعلیم الاسلام وغیرہ کی بھی تعلیم دی جائے۔ لیکن نل آہنی اور اضافۂ معلّم اُردو کی نوبت اور ظہور نہ ہوا کہ آپ کی حیات ختم ہوگئی۔ معلّم قرآن پاک ابتک برابر اپنی خدمت تعلیمِ قرآن پاک انجام دے رہے ہیں۔

اِس وقت اِس مدرسہ (مسمّٰی تعلیم قرآن) میں چالیس سے زاید بچے محلّہ اور غیر محلّہ کے تعلیم پارہے ہیں۔ اور قرآن مجید اور پارے بچوں کو منجانب مدرسہ دیئے جاتے ہیں۔ خدا کرے آپ کا یہ قائم کردہ مدرسہ آپ کی یادگار تاقیامت باقی رہے اور روز افزوں ترقی پذیر رہے۔ آمین ثم آمین۔

ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الراقم سید اختر حسین عفا اللہ عنہ دیوبند ضلع سہارنپور
۲۲ محرم ۱۳۶۵ھ

تاریخ وفات از جناب ماسٹر احمد حسن صاحب عرف منشی کلن خاں صاحب مدرس درجہ فارسی دارالعلوم دیوبند

جناب سید اصغر حسین آہ
کہ تھے حق بین و حق گو حق آگاہ

جلالت تھی شکل انور سے ہویدا
نمونہ تھے بزرگان سلف کا

کوئی مایوس جب خدمت میں آیا
اسی دم گوہر مقصود پایا

ہوئی دنیائے دوں سے انکو نفرت
گئے سوئے ارم با شوق و رغبت

جو تھا شوق شہادت دل میں پیدا
وطن کو ضعف و بیماری میں چھوڑا

ہوئی تاریخ بست و دو کو رحلت (۲۲)
بوقت ظہر ہوئے دنیا سے رخصت

محرم کا مہینہ پیر کا دن
انہتر (۶۹) سال کا تھا آپ کا سن

تھا کلن خاں کو فکر سال رحلت
ندا ہاتف کی یہ آئی اسی وقت

بگفتا سال رحلت با صد افسوس
چو از زر اندیر راہی شد بفردوس

۱۳۶۴ ھ

تاریخ وفات از منشی محمد ابراہیم صاحب مدرس پرائمری اسکول دیوبند

جب سدھارے خلد کو وہ دین و دنیا کی پناہ
انکی رحلت سے بنا ظلمت کدہ سارا جہاں

پیشوائی خلد میں حوروں نے کی اس نور کی
درس تفسیر و عرض کی خالی تھا تم سے یہ مکاں

جب اٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا
لوٹتے تھے خاک پہ خورد و کلاں پیر و جواں

کس کا غم ہے کون تھا وہ صاحب عزت و شرف
کس کے غم میں رو رہی ہیں آسماں پر قدسیاں

عارف و حاجی و سید مولوی اصغر حسین
دیوبند میں بھی تھا اک فیض کا چشمہ رواں

بست و دو ماہ محرم میں ہوا ان کا وصال
روز دوشنبہ کو راہی ہو گئے سوئے جناں

اس رحلت سے ہوئی تاریک دنیا آہ آہ
اٹھ گیا عالم فانی سے وہ جنت مکاں

۱۳ ھ ۶۴

مرثیہ

بر وفات حسرت آیات مع قطعۂ تاریخ

بقیۃ السلف حجۃ الخلف عالمِ ربانی کاملِ لاثانی اُستاذ العلماء رأس الاتقیا سیدی و اُستاذی حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب حسنی حنفی دیوبندی محدث دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ العالی

راحت و تکلفت اور سر درد و غم — جب سے دُنیا ہے دونوں ہیں توام
ہر حلاوت ہے اس کی زہر آلود — اس کا ہر مہر قہر میں منضم
مہر کی گل ہوئی تھی جس پہ نظر — آج ہوتی ہے اُس پہ مشقِ ستم
بھیک بھی اب اُسے نہیں ملتی — جس کو پالا تھا کل بناز و نعم
آج اُن کو کفن نہیں جڑتا — جن کے لہرا رہے تھے کل پرچم
ٹھوکریں کھا رہے ہیں آج وہ سر — کل جو تھے مالکانِ تاج و علم
اب سکندر کہیں نہ دارا ہے — زال باقی کہیں نہ اب رستم
تاجِ کیخسرو و قباد کہاں — جم کہاں اور کہاں وہ جامِ جم
نہ کہیں قصرِ قیصری کا نشاں — نہ وہ دربارِ کسریٰ کا حشم
ہوئے پیوندِ خاک سب فرعون — بے نشاں ہوگئے سب اہلِ ہرم[1]

[1] ہرم وہ مضبوط قلعہ یا مکان جس میں فرعونِ مصر کی لاش کو بعد موت کے محفوظ رکھنے کا انتظام کیا جاتا تھا ۱۲

اکبر و شہجہان و عالمگیر — اور جہانگیر و تغلقِ افخم
درسِ عبرت ہیں آگرہ کے محل — اور دہلی ہے کل فسانۂ غم
حسرتوں کے مرقعات ہیں آج — سب حصونِ عرب قصورِ عجم

ذرّہ ذرّہ جہاں کا پڑھتا ہے
ماخلا اللہ باطلٌ فافہم[1]

ایک جانِ ضعیف اور سَو غم — ایک دل اور لاکھ رنج و الم
ٹوٹتے ہیں مصیبتوں کے پہاڑ — آسماں سے برس رہے ہیں غم
ہر نئی صبح ہر نئی شب آہ — لے کے آتی ہے اک نیا ماتم
کچھ حوادث کی انتہا بھی ہے — کیسے صدمے یہ آپڑے پیہم
جان و دل کب تلک نہوں بیتاب — تن بدن کب تلک نہوں بے دم
الغیاث اے پناہ غم زدگاں — اِرحَم اے اَرحَمُ الوریٰ اِرحَم
مدرسوں میں ہیں روز کیوں بھونچال — خانقاہوں میں روز کیوں ماتم
اہلِ دل روز اضطراب میں کیوں — دل شکستہ ہیں کیوں یہ اہلِ ہمم
مدرسے کس کے سوگ میں آج — کس کو روتی ہیں مسجدیں پیہم
مجلسِ اہلِ دل اُداس ہے کیوں — شمع محفل ہے آج کیوں مدّھم
کس کے غم میں ہیں آج صدق و صفا — کسکو روتے ہیں آج علم و حکم
کس کے غم میں شفق ہے خون آلود — کسکو روتی ہے صبحدم شبنم
کیا اُٹھا چاہتی ہے بزمِ جہاں — کیا مٹا چاہتا ہے اب عالم
کیا سمٹنے کو ہے بساطِ زمیں — اور پھٹنے کو گنبدِ نیلم
اُٹھتے جاتے ہیں سارے مقبولیں — ایک کے بعد اک قدم بقدم

[1] اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے خوب سمجھ لو ۱۲

مندمل ہو سکا نہ تھا یہ زخم ۔ کہ اُٹھے ہم سے اشرفِ عالَم

آج سُنتے ہیں چل بسے افسوس
سیدِ اصغر حسین سوئے عَدَم

محفلِ شب کی رنگئی تھی جو شمع ۔ وہ بھی کچھ ہو رہی ہے اب مدّھم
آلِ ہاشم کے گوہرِ یکتا ۔ ملجأِ خلق مرجعِ عالَم
اہلِ علم اہلِ جود اہلِ تقیٰ ۔ اہلِ دل اہلِ حِلم و اہلِ کرم
جن کا درسِ حدیث شہرۂ خلق ۔ جنکے انفاسِ پاک وعظ و حِکَم
جن کے دیکھے سے یاد آئے خدا ۔ جنکی صحبت سے دین ہو مستحکم
جن کے جُود و سخا سے زلّہ رُبا ۔ ہر غریب و امیر بیش و کم
آیتِ حق نما رُخِ انور ۔ رایتِ حق وہ قدوۂ اعظم
باہمہ بے ہمہ کی ایک مثال ۔ این و آں کے خیال سے بےغم
ذات تھی جنکی وقفِ خدمتِ خلق ۔ عام تھے جس کے سب پہ لُطف و کرم
اُن کی ہر سانس ذکر سے معمور ۔ صبح و شام اُن کی درسِ علم و حِکَم
یادگارِ سَلَف تھی آپ کی ذات ۔ سب کی سُنّت تھی آپ سے قائم
آج رحلت ہے سب بزرگوں کی ۔ ختم ہے آج بزمِ اہلِ کرم
آج رخصت ہیں حضرتِ محمود[1] ۔ آج جاتے ہیں اشرفِ[2] عالم
حضرتِ احمد[3] و حبیب[4] و عزیز[5] ۔ انورِ[6] عصر سب کا ہے ماتم

[1] حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ [2] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ [3] حضرت مولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ [4] حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب مہتمم دار العلوم دیوبند [5] حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند ۱۲ [6] خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دار العلوم دیوبند ۱۲

خاتمہ ہے یہ سب بزرگوں کا — سب کے غم اِس میں کیوں نہوں مدغم
کیوں نہو آج جان صد پارہ — اور خوں بار دیدۂ پُر نم
سب کے دردوں کے آپ تھے درماں — سب کے زخموں کے آپ تھے مرہم
اب کہاں جاکے روئیں غم دیدہ — اور کہاں جائیں خستگانِ الم
آبلے دِل کے اب کسے دکھلائیں — حالِ دل کس کو اب سنائیں ہم
چل بسے جن سے تھی دلوں کی حیات — اُٹھ گئے جن سے دین تھا محکم
کیسے بے فکر ہو گئے یارب — ہم سے یہ رہروانِ مُلکِ عدم
بہرِ سالِ وصال فکر جو کی — آ گیا دل میں خود بخود اک دم

خُلدِ جنّت ہے اب مقام اون کا
۴ ۶ ۵ ۱۳
یہی تاریخ ہے نہ بیش نہ کم

ایک دوسرے قطعہ میں اِس طرح بھی نظم کیا جا سکتا ہے۔

آسماں سے اُترتے ہیں اسمار — اُس میں ہوتے ہیں کچھ رموزِ حِکَم
سیّد اصغر کہ نام نامی ہے — سالِ رحلت بھی ہے مگر اک کم
۵ ۶ ۱۳ ۴

اور مادّۂ تاریخ کو اِس طرح بھی نظم کیا جا سکتا ہے۔

سیّد اصغر حسین نام اُن کا — نشرِ دینِ متین کام اُن کا
پئے تاریخ بول اُٹھا ہاتف — خُلدِ جنّت ہے اب مقام اون کا
۶۴ ۵ ۱۳

عالم ربّانی حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت مفید معتبر عام فہم

ظہور المسلمین تیمم کے مسائل عام فہم قیمت ۳/	## مقبولِ عوام وخواص تصانیف	**القول المتین** اذان کی ابتدا اس کی حقیقت وفضائل ۳/

الجواب المتین آپ نے فتاوی تو بہت سے ملاحظہ فرمائے ہوں گے لیکن فتاوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے نہ گذرا ہوگا۔ اس متبرک اور بیش قدر کتاب میں قریب ایک سو پچاس سوالات کے جواب صحیح اور صاف حدیث سے دئے گئے۔ ایک سوال قائم کرکے اُس کا جواب نہایت معتبر ومستند کتب فقہ سے دیا ہے اس کے بعد ایک بلکہ بعض جگہ دو تین چار ایسی صاف اور صریح حدیث پیش کی جس کو ہر ایک اُردو خواں بلا تکلف سمجھ سکتا ہے ترجمہ حدیث کے بعد معتبر کتب حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اِس جدید ومفید دلچسپ طرز پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ معاملات۔ عبادات۔ متفرقات ہر قسم کے مسائل اسمیں موجود ہیں۔ جو جلد نمبر

[illegible]

مفید الوارثین مکمل اردو مع اضافات جدیدہ مناسخہ وغیرہ — مصنفہ لطیف حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

میراث وفرائض کے علم حدیث کو نصف علم فرمایا گیا ہے اسی لئے اس فن پر ہزارہا کتابیں ہر زبان میں علمائے اُمت لکھتے آئے ہیں۔ اُردو زبان میں بھی سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں موجود ہیں مگر مفید الوارثین جن خصوصیات کو حامل ہے وہ یقین کیجئے کہ آپ کسی اُردو کی کتاب میں نہ پائیں گے۔ معمولی استعداد کا آدمی اسکے مطالعہ سے ہزارہا مسائل بنا سکتا ہے۔ طرز بیان ایسا دلچسپ کہ چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔ اس میں مناسخہ کا بیان مفصل مع دوسرے فوائد کے اضافات کے نظر ثانی کے بعد طبع کرایا گیا ہے۔ قیمت باوجود اسکے صرف تین روپیہ (ستے)

مولوی معنوی حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ کی مفصل سوانح عمری قیمت ۵/

ملنے کا پتہ:- ناظم کتب خانہ اصغریہ دیوبند ضلع سہارنپور (یو- پی)